مولانا امیر الدین مہر☆

حضرت محمد ﷺ اور رفاہی اُمور

جب ہم رفاہی کاموں کا جامع تصور اور وسیع دائرہ سامنے رکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور رفاہی کاموں کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں اور دوسری مخلوقات کی جس قدر خدمت کی ہے، اُن کی بھلائی کے لئے جتنی محنت و مشقت کی اور ان کے لئے تکلیفیں جھیلیں، اور جتنی ہمدردی وغم خواری کی ہے، شاید ہی دنیا کے کسی مصلح، مرّبی اور خیر خواہ و بہی خواہ نے کی ہوگی۔ انسانوں کی بھلائی کی جتنی باتیں ہیں اور ان کی بہتری و خیر خواہی کے جتنے کام ہیں وہ سب آپ ﷺ نے ان کے سامنے رکھے، پھر ذہن نشین کرائے اور خود اُن پر عمل کر کے دکھایا۔ پھر اُن کے نقصانات کی جتنی باتیں ہیں اور جتنے برے اخلاق و کردار ہیں، اُن سے انہیں خبردار کیا اور اُنہیں برے انجام سے بچانے کی پوری پوری کوشش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر خدمتِ خلق کے رواجی اور چھوٹے چھوٹے کام نہ بھی کرتے تو بھی آپ ﷺ کا یہ کارنامہ ایسا عظیم ہے کہ ان تمام کاموں پر بھاری ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ
بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ (۱)

الف لام را، (اے محمد) یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کو (اُن کے رب کی توفیق سے) تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاؤ، اُس اللہ کے راستے پر جو زبردست اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔

الظلمات سے مراد انسانی زندگی سے تعلق رکھنے والی کئی قسم کی تاریکیاں ہیں جیسے کفر و شرک، جہالت و نادانی، بدعات و خرافات، معاشرتی رسوم و رواجات، معاشی ظلم و زیادتیاں، اخلاقی برائیاں و خرابیاں، غلط اوہام و تصورات، طبقاتی نظام کے نقصانات اور جاہلیت کی باتیں وغیرہ۔ ان سب تاریکیوں سے نکالنے کی اللہ تعالیٰ کی توفیق اور قرآن جیسی عظیم کتاب کے ذریعے آپ ﷺ نے یہ کارنامہ سرانجام دیا۔ اس آیت کی تفسیر میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں ''اور مقصد بھی اس قدر اعلیٰ وارفع ہے کہ جس سے

☆نگران ریجنل دعوہ سینٹر۔ کراچی

بلند تر کوئی مقصد ہو نہیں ہوسکتا۔ وہ یہ کہ اللہ کے حکم وتوفیق سے تمام دنیا کے لوگوں کو خواہ عرب ہوں یا عجم، کالے ہوں یا گورے، مزدور ہوں یا سرمایہ دار، بادشاہ ہوں یا رعایا، سب کو جہالت واوہام کی گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکال کر معرفت وبصیرت اور ایمان وایقان کی روشنی میں کھڑا کرنے کی کوشش کی جائے''۔(۲)

انسان شرک وتوہمات کی وجہ سے دردر کی ٹھوکریں کھاتا پھرتا تھا، ہر چیز سے ڈرتا تھا۔ ہر حجر وشجر کے سامنے سجدہ ریز ہوتا تھا، اپنی مرادیں مانگتا تھا اور چڑھاوے چڑھاتا اور قربانیاں کرتا تھا، اسے ان تمام موہومات ومذعومات سے نکال کر آپ ﷺ نے ایک اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سامنے جھکایا، اور ان سب باطل معبودوں سے نجات دلائی، پھر اُسے نیکی وبدی، حرام وحلال اور جائز وناجائز کا شعور دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کی جان، مال، عزت وآبرو کو تحفظ عطا کیا اور امن وسکون سے رہنا سکھایا اور تمام انسانوں کو تعلیم دے کر اخوت وبھائی چارے پر مبنی معاشرے کی تشکیل فرمائی۔

آپ ﷺ نے حقوق وفرائض کا جامع اور کامل ترین نظام عطا کیا۔ ایسا نظام جس میں ہر شخص کے فرائض وحقوق متعین کیئے، اُن کی حدیں واضح کیں اور ان کا عملی نمونہ اپنی حیاتِ طیبہ اور اپنے صحابہؓ کی زندگیوں میں عملاً برپا کیا۔

آج امتِ مسلمہ میں خدمتِ خلق اور رفاہِ عامہ کا جتنا کام ہورہا ہے یہ سارا کام آپ ﷺ کی جامع تعلیمات کا پَرتو ہے۔ آپ کے ان تمام کاموں کو دنیا اجزا کی شکل میں اپنے اپنے طور پر انجام دے رہی ہے۔ کوئی لوگوں کو شرک وتوہمات سے نجات دلا رہا ہے، کوئی فرسودہ رسوم ورواجات سے ان کی گلوخلاصی کرا رہا ہے، کوئی پیاسوں کو پانی پلا رہا ہے، کوئی بھوکوں کو کھانا کھلا رہا ہے۔، کوئی قیدیوں کو قید سے نجات دلا رہا ہے۔ کوئی بیماروں کی خدمت کر رہا ہے، اور کوئی معذوروں اور بے سہارا لوگوں کا سہارا بن رہا ہے۔ ان تمام کاموں کو آپ ﷺ نے اپنے قول وفعل اور عمل سے سرانجام دیا۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اسلامی ریاست وفلاحی حکومت کا قیام

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدمتِ خلق اور رفاہِ عامہ کے کام کو صرف وعظ وتبلیغ اور ترغیب وتحریص تک محدود نہیں رکھا اور نہ صرف چند انفرادی کارنامے سرانجام دینے پر اکتفا فرمایا، بلکہ، اس مقصد کے لئے ایک اسلامی وفلاحی ریاست قائم کرکے دکھائی۔ ایسی ریاست جس میں تمام انسانی ضروریات کا

بندوبست ہو، جس سے انسان امن و آشتی اور آزادی و حریت سے اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے دوڑ دھوپ کر سکے، کاروبار و تجارت کر سکے اور اپنی جان، عزت و آبرو اور اپنے مال و اسباب کا حکومت کی طرف سے تحفظ پائے۔

آج کل کی مہذب و ترقی یافتہ دنیا میں فلاحی ریاست کا جو اعلیٰ سے اعلیٰ تصور ہے وہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پہلے اُس دور کے بگڑے ہوئے معاشرے میں اسلامی ریاست کی صورت میں قائم کر کے دکھایا۔ مزید برآں اس کام کو خلفائے راشدینؓ نے چار چاند لگائے، جو تاریخِ عالم کا ایک سنہری باب ہے۔

یہ چند اُصولی باتیں تھیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاحی و رفاہی کاموں کے لئے سرانجام دیں۔ اب مختصراً بطورِ تمثیل چند انفرادی کام جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقتاً فوقتاً قبلِ نبوّت، بعدِ نبوّت مکی اور مدنی ادوار میں سرانجام دیئے، اُن کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

خاندانِ رسالت اور خدمتِ خلق

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمتِ خلق کے چند کارنامے بیان کرنے سے پہلے ایک نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کے چند رفاہی کاموں پر ڈالتے ہیں۔ آپ ﷺ کے جدِّ امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے من جملہ دیگر دعوتی کارناموں، رفاہی کاموں اور قربانیوں کے اُن کا ایک کارنامہ مہمان نواز ہونا ہے۔ قرآنِ مجید نے جہاں اُن کی حیاتِ طیبہ کی تفصیل بیان کی ہے وہاں اُن کا ایک کارنامہ مہمان نوازی اور مہمانوں کی خدمت کا بیان کیا ہے۔ عام مشہور ہے کہ جب تک کوئی مہمان اُن کے ساتھ کھانا کھانے والا نہیں ہوتا تھا تو وہ کھانا نہیں کھاتے تھے۔ قرآنِ مجید بیان کرتا ہے کہ وہ مہمانوں کی آمد پر بچھڑا ذبح کر کے بھون کر لائے اور اُن کے سامنے پیش کیا (۳)

آپ ﷺ کے قریبی آباؤ اجداد کی جو خدمات تاریخ، سیرت اور احادیث کی کتب میں بیان ہوئی ہیں، اُن میں حجاجِ کرام کی خدمت خاص طور پر نمایاں ہیں۔ ان خدماتؑ میں سے بڑے چار کام یہ ہیں

۱۔ **الرفادہ:** حجاجِ کرام جب حج کے لئے آتے اور اُن میں سے جو لوگ اپنے کھانے کا بندوبست نہیں کر سکتے تو اُن کے کھانے کا انتظام قریش کی طرف سے کیا جاتا اور اُن کے واپس ہونے تک اُن کو کھانا ملتا رہتا تھا۔

۲۔ **السقایہ:** مکہ مکرمہ میں پانی کی عام طور پر تنگی رہی ہے۔ زم زم کا پانی کعبۃ اللہ اور اُس

کے ارد گرد کے لوگوں کے لئے تھا۔ چنانچہ قریش نے تقسیم کار کر کے تمام حاجیوں کو حرم، منیٰ اور عرفات میں پانی پہنچانے اور پلانے کا کام اپنے ذمے لیا ہوا تھا۔ زم زم کے کنویں پر بھی یہ لوگ موجود رہتے اور پانی کھینچ کر لوگوں کو سیراب کرتے تھے۔

۳۔ **الحِجابہ**: کعبۃ اللہ کی دیکھ بھال، اس میں آنے والے تحائف وہدایا کی وصولی اور اُس کی کلید برادری کی خدمت ان کے ذمے تھی۔ نیز اس کی مرمت وتعمیر بھی ان کے ذمے تھی۔

۴۔ **دار الندوہ اور اللواء**: بڑے اہم معاملات کے لئے قریش کی زیرنگرانی دار الندوہ یعنی مشورے اور فیصلے کرنے کی جگہ ان کے پاس تھی۔ نیز کسی لڑائی وغیرہ کے موقع پر جھنڈا ان کے پاس ہوتا تھا (۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا ہاشم بڑی معروف شخصیت گزری ہے۔ ان کا اصلی نام عمرو تھا۔ پھر اُن کے ایک کارنامے کی وجہ سے ہاشم مشہور ہوگیا۔ اس کا مختصر تذکرہ آ رہا ہے۔ ان کے دو کارنامے جو کہ خالصتاً خدمتِ خلق اور رفاہی کام ہیں، نہایت مشہور ہیں۔ ہاشم بن عبد مناف نے سب سے پہلے قریش میں یہ دستور جاری کیا کہ سال میں دو مرتبہ تجارت کے لئے قافلے روانہ ہوا کریں گے۔ موسم گرما میں قافلہ شام کی طرف جاتا، جولق ودق بیابانوں کو طے کرتا ہوا شام، غزہ، فلسطین اور انقرہ (انگوزہ) جا پہنچتا جو اس وقت قیصرِ روم کے زیرِ تسلط تھا۔ قیصرِ روم سے ہاشم نے قافلے کے اُن کے ملک میں آنے اور کاروبار کرنے کی اجازت لی ہوئی تھی۔ موسمِ سرما میں شمال کی طرف سردی اور برف باری ہوتی تھی اور یمن کی طرف گرمی ہوتی تھی۔ لہٰذا موسمِ سرما میں عربوں کے قافلے ریگستانوں کو طے کرتے ہوئے یمن جاتے، اور سمندری راستے سے آئی ہوئی اشیا خرید کر اور کاروبار کر کے واپس لوٹتے۔ یہاں شاہِ حبشہ کی حکومت کی تھی، جناب ہاشم نے ان سے پروانۂ تجارت لیا ہوا تھا۔ اسی بات کو شاعر نے بیان کیا ہے:

سفرین سَنّھا لہ ولقومہ
سفر الشتاء ورحلۃ الاصیاف

ہاشم نے اپنی قوم کے لئے دو سفروں کا طریقہ جاری کیا ایک سفر سردیوں کا اور ایک سفر گرمیوں کا۔ (۵)

قرآنِ مجید نے اسی عمل کو قریش کے لئے نعمت ورحمت گناتے ہوئے اس طرح بیان کیا:

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۙ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۚ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۙ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝ (۶)

چونکہ قریش مانوس ہو گئے یعنی جاڑے اور گرمی کے سفروں سے مانوس۔ لہٰذا ان کو چاہئے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے انہیں بھوک سے بچا کر کھانے کو دیا اور خوف سے بچا کر امن عطا کیا۔

ہاشم کا دوسرا کارنامہ جس کی وجہ سے اُن کا نام ہاشم مشہور ہوا یہ ہے کہ ایک مرتبہ مکے میں قحط پڑا اور لوگ بھوک سے نڈھال اور لاغر ہو گئے۔ اسی حالت میں انہوں نے اپنے اونٹ ذبح کئے، ان کا گوشت پکوایا اور شوربے میں روٹیاں چُور کر اہلِ مکہ کو کھلائیں اور یہ عمل حج کے دنوں میں بھی جاری رہتا۔ اس لئے ان کو ہاشم (روٹیاں چورنے والا) کہنے لگے۔ اسی طرح اُن کا دسترخوان بہت وسیع تھا جو مسافروں، غریبوں اور اجنبیوں کے لئے ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ (۷)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سگے دادا عبدالمطلب (المولود ۴۹۷ء) ہیں۔ یہ جود وسخا میں ہاشم سے بھی بڑھ کر تھے۔ اُن کی مہمان نوازی انسانوں سے گزر کر چرند و پرند تک پہنچ گئی تھی اس کی وجہ سے عرب کے لوگ ان کو فیاضی اور مُطعِم طیر السماء (آسمانوں کے پرندوں کو کھانا کھلانے والا) کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ (۸) ان کے دو بڑے رفاہی کارناموں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

چاہِ زم زم کو کھودنا: آپ نے چاہِ زم زم کو اچھی طرح کھود کر کشادہ کیا، اور پھر اس کے اردگرد بڑے حوض بنوائے، جن میں پانی بھر کر حاجیوں اور مسافروں کو پلاتے تھے۔ (۹)

نذر پوری کرنا: عبدالمطلب نے نذر مانی تھی کہ میرے دس بیٹے ہو جائیں تو ایک بیٹے کو اللہ کے نام پر قربان کر دوں گا۔ جب دس بیٹے ہو گئے تو نذر پوری کرنے کے لئے قرعہ ڈالا تو سب سے پیارے بیٹے عبداللہ (والد نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام نکلا۔ اب ان کو لے کر ذبح کرنے کے لئے حرم کی طرف چلے۔ اس پر جناب عبداللہ کی بہنیں چلانے لگیں اور آخرکار یہ طے ہوا کہ عبداللہ ایک طرف اور دس اونٹ دوسری طرف کر کے قرعہ ڈالا جائے۔ اس پر قرعہ اندازی کی گئی تو عبداللہ کا قرعہ نکلا، اس پر عبدالمطلب دس، دس اونٹ بڑھا کر قرعہ ڈالتے گئے مگر قرعہ عبداللہ کے نام ہی نکلتا تھا، آخر جب سو اونٹ ہوئے تو قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔ پھر انہوں نے سو اونٹ صفا اور مروہ کے درمیان ذبح کئے، اس عمل کی وجہ سے آپ ﷺ کو ابن الذبیحین کہا جاتا ہے۔ (ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی اور ایک جناب عبداللہ کی قربانی) اس میں خدمتِ خلق کا پہلو یہ ہے کہ لوگوں نے پیٹ بھر کر گوشت کھایا اور اپنی غذائی ضرورت پوری کی۔ (۱۰)

جناب عبدالمطلب اخلاق کی تعلیم بھی دیتے رہتے تھے، جیسے لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے

روکنا، شراب اور زنا سے دور رہنے کی تلقین وغیرہ۔ (۱۱)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آباو اجداد کے رفاہی اور خدمتِ خلق کے کاموں کے یہ چند تذکرے ہیں جو مختصراً بیان کیے گئے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے قبل النبوۃ رفاہی کارنامے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل نبوت خدمتِ خلق اور رفاہِ عامہ کے متعدد کارنامے سرانجام دیئے ہیں، لیکن سیرت و تاریخ میں اس دور کی بہت ہی کم باتیں مذکور ہیں۔ چنانچہ اس دور کے بارے میں حضرت خدیجہؓ کا ایک اہم اور جامع تبصرہ ایسا موجود ہے کہ جس سے اس دور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاموں کا اندازہ ہوتا ہے، اسے ہم آگے بیان کریں گے۔

کعبۃ اللہ کی تعمیر میں حصہ لینا کعبۃ اللہ کی دیواریں گردشِ زمانہ اور سیلاب اور بارشوں سے زبوں ہوگئیں تو قریش نے اسے دوبارہ تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا۔ تعمیر کے لئے پتھر حرم کے شمالی جانب جبلِ کعبہ سے ڈھو کر لاتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پتھر ڈھونے والوں کے ساتھ پتھر کندھے پر اٹھا کر لاتے تھے۔ اس طرح آپ ﷺ نے تعمیرِ کعبہ میں حصہ لیا (۱۲) کعبۃ اللہ مسلمانوں کو تفرقے اور علیحدگی سے بچا کر ایک مرکز پر جمع کرنے کا کارنامہ سرانجام دیتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خاندان بلکہ مکہ مکرمہ کے تمام باشندوں کا بڑا ذریعۂ معاش تجارت تھا جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے، کہ یہ لوگ قافلوں کی صورت میں شمال وجنوب کا تجارتی سفر کرتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے قبلِ نبوت شمال کی طرف متعدد تجارتی سفر کئے۔ ان سفروں میں آپ کی امانت و دیانت نمایاں ہو کر لوگوں کے سامنے آئی۔ پھر روزمرہ کی عام زندگی میں آپ کی عفت و پاک دامنی، نیکی و نیک نامی، شرافت و نجابت، شرم و حیا، طہارت و پاکیزگی، اخلاق و کردار اور حق جوئی وحق گوئی ہر ایک کے سامنے تھی۔ لہٰذا آپ ﷺ صادق اور امین کے لقب سے مشہور ہوگئے۔ نبوت سے پہلے آپ کی صداقت و امانت پر ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ یہ واقعہ انسانوں کے ساتھ حسن خلق وحسنِ معاملہ کا نمونہ ہے۔

عبداللہ بن ابی الحمساءؓ سے روایت ہے کہ میں نے بعثت سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک کاروباری معاملہ کیا، میرے ذمے اس کی کچھ ادائیگی باقی تھی، میں نے عرض کیا کہ میں ابھی لے کر آتا ہوں، اتفاق سے گھر جانے کے بعد اپنا وعدہ بھول گیا تین روز کے بعد یاد آیا کہ میں آپ سے واپسی کا وعدہ کر کے آیا تھا، یاد آتے ہی فوراً وعدہ گاہ پر پہنچا تو آپ کو اسی مقام پر منتظر پایا۔ آپ ﷺ نے صرف اتنا

فرمایا کہ تم نے مجھے زحمت دی، میں تین روز سے اسی جگہ تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ (۱۳)

عبداللہ بن سائب کہتے ہیں کہ میں زمانۂ جاہلیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کا شریکِ تجارت تھا۔ جب مدینہ منورہ حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو پہچانتے ہو؟ میں نے کہا کیوں نہیں، آپ تو میرے شریکِ تجارت تھے اور کیا ہی اچھے شریک، نہ کسی بات کو ٹالتے اور نہ ہی کسی بات پر جھگڑتے تھے۔ (۱۴)

قوم کو خونریزی سے بچانا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۳۵ سال کے لگ بھگ تھی کہ اس دوران قریش نے کعبۃ اللہ کی تعمیرِ نو کا فیصلہ کیا۔ کعبۃ اللہ کی عمارت بنانے میں تو سب شامل تھے، مگر جب حجرِ اسود نصب کرنے کا وقت آیا تو ان میں سخت اختلاف ہو گیا، کیونکہ ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ یہ کام اس کے ہاتھوں سرانجام پائے، چار دن تک برابر یہی جھگڑا چلتا رہا اور قریب تھا کہ تلواریں کھینچ لی جائیں اور خونریزی شروع ہو جائے۔ آخر ابوامیہ بن مغیرہ نے جو قریش میں سب سے بڑی عمر کا تھا، یہ رائے دی کہ کسی کو حکم بنا کر اس کے فیصلے پر عمل کریں چنانچہ اس رائے کو مانا گیا اور طے ہوا کہ اب جو شخص حرم میں سب سے پہلے آئے گا وہی سب کا حکم سمجھا جائے گا۔ یہ بات طے ہوئی تھی کہ آنحضرت ﷺ تشریف لے آئے، آپ کو دیکھتے ہی سب نے کہا کہ ھٰذا الامین رضیناہ ''امین آ گیا، ہم اس کے فیصلے پر رضامند ہیں''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دانائی اور معاملہ فہمی سے ایسی تدبیر کی کہ سب خوش ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ایک چادر بچھائی اور اس پر حجرِ اسود اپنے ہاتھ سے رکھا پھر ہر ایک قبیلے کے سردار کو کہا کہ سب سردار چادر کو پکڑ کر اٹھائیں، اس طرح اس پتھر کو وہاں تک لے گئے جہاں اسے نصب کرنا تھا، آپ ﷺ نے پھر اسے اٹھا کر اس کی اپنی جگہ یعنی کعبۃ اللہ کے کونے اور طواف کی جگہ پر لگا دیا۔ (۱۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مختصر اور بہترین تدبیر سے ایک خوف ناک جنگ کا انسداد کر دیا، ورنہ اس وقت کے اہلِ عرب میں ریوڑ کے پانی پلانے، گھوڑوں کے دوڑانے، اشعار کہنے اور ایک قوم کو دوسری قوم سے اچھا بتانے جیسی ذرا ذرا سی باتوں پر ایسی جنگ ہوتی تھی کہ بیسیوں برس ختم ہونے کو نہ آتی تھی۔

حلف الفضول میں شرکت: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک جب بیس سال کے لگ بھگ تھی ایک اہم معاہدے کی تجدید ہوئی، اس معاہدے کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ عرب ممالک کی عام بدامنی، راستوں کے خطرناک ہونے، مسافروں کے لٹنے اور غریبوں پر زبردستوں کے ظلم نے چند باشعور اور دردمند لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ اس کا تدارک کریں، چنانچہ ایسا جذبہ رکھنے والے کچھ لوگ جمع ہوئے ان میں چند لوگ فضل بن فضالہ، فضل بن وداعہ اور فضل بن حارث نام کے تھے، انہوں نے ایک معاہدہ

مرتب کیا، جواُن کے نام پر حلف الفضول کے نام سے مشہور ہوا۔(۱۶)

حرب فجار جو واقعۂ فیل کے بعد بڑا واقعہ ہے، جس میں بہت خونریزی ہوئی تھی، اس کے نتیجے میں حجاز میں بڑی بدامنی ہوگئی تھی۔ چنانچہ زبیر بن المطلب کی تحریک پر اور بقول سلیمان منصور پوری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک پر بنو ہاشم اور بنو تمیم دونوں عبداللہ بن جُدعان کے گھر جمع ہوئے اور حلف الفضول کی تجدید کی، اس معاہدے میں چار اہم شقیں تھیں اور ہر ممبر اس کا اقرار کرتا تھا۔ ۱۔ ہم ملک سے بدامنی دور کریں گے۔ ۲۔ مسافروں کی حفاظت کیا کریں گے۔ ۳۔ غریبوں کی امداد کرتے رہا کریں گے۔ ۴۔ اور ہم زبردست کو زیردست پر ظلم کرنے سے روکیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس معاہدے میں شریک تھے اس کے نتیجے میں پھر کسی قدر امن قائم ہوگیا۔ آپ ﷺ اس معاہدے کا ذکر کرکے فرماتے تھے کہ اس معاہدے کے مقابلے میں مجھے سرخ اونٹ بھی دیئے جاتے تو ہرگز پسند نہ کرتا اور اگر زمانہ اسلام میں بھی اس قسم کے معاہدے کی طرف بلایا جاؤں تو اس کی شرکت کو ضرور قبول کروں گا۔(۱۷)

قبلِ نبوت کارناموں پر جامع تبصرہ

نبوت سے قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ خلق کے اہم کارنامے تفصیل سے تو نہیں ملتے، البتہ ایک روایت جو امام بخاریؒ اور مسلمؒ اور بعض دیگر محدثین نے حضرت خدیجہؓ کی زبانی بیان کی ہے، وہ روایت آپ کی حیاتِ مبارکہ کے اس پہلو سے پردہ اٹھاتی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نزولِ وحی سے پہلے آپ ﷺ کس قسم کے کارنامے سرانجام دیتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے فرمایا:

> کلا، واللہ لا یخزیک اللہ ابدا، انک تصل الرحم، و تحمل الکل، وتکسب المعدوم، وتقری الضیف، وتعین علی نوائب الحق (۱۸)
>
> ہرگز نہیں، آپ اطمینان رکھیں۔ اللہ کی قسم، اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی گزند نہیں پہنچنے دے گا، آپ تو صلۂ رحمی کرتے ہیں، بے سہارا لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کو کما کر دیتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی راہ میں آنے والی باتوں میں مدد کرتے ہیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ جیسی زیرک، دانا، جہان دیدہ اور تجربہ کار خاتون نے یہ باتیں نہ تو بے بنیاد کہی ہیں اور نہ ہی جھوٹ موٹ کہی ہیں، بلکہ یہ ان کے چشم دیدہ اور آزمودہ واقعات وصفات ہیں جو آپ

میں موجود تھیں۔ اس سے اندازہ کیجئے کہ آپ ﷺ اس دور میں خدمتِ خلق کا یہ عظیم کام کس وسعت سے سرانجام دیتے تھے۔ کیا آج کے دور کا بڑے سے بڑا انسان اس قسم کے ہمہ جہت کام بنفسِ نفیس خود سرانجام دیتا ہے یا دے سکتا ہے۔

بعثت کے بعد کے رفاہی کارنامے

آپ ﷺ کی بعثت کے مقاصد: دنیا کے بہترین مصلحین کے جو کارنامے گنوائے جاتے ہیں، اُن میں سرِفہرست انسانوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا، انہیں گندی اور خراب عادات و اطوار سے نکالنا اور اخلاقِ حسنہ کا پیکر اور اچھا شہری بنانا ہے۔

قرآنِ مجید نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے جو چار اہم مقاصد بیان کئے ہیں ان میں یہ کارنامے شامل ہیں۔ ان مقاصد کے حصول وتکمیل کے لئے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے آج سے تقریباً چار ہزار سال قبل اللہ تعالیٰ سے آپ کو مانگا تھا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۱۹)

اے رب، اِن لوگوں میں تُو انہی کی قوم سے ایک رسول اٹھائیو، جو اِنہیں تیری آیات سنائے، اِن کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور اِن کی زندگیاں سنوار دے، تو بڑا ہی مقتدر اور حکیم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کو شرفِ قبولیت بخشا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اس کا اعلان فرمایا اور آپ ﷺ کی بعثت کو بلاواسطہ عربوں پر اور بالواسطہ تمام انسانوں پر ایک عظیم احسان قرار دیا اور اس کی قدر شناسی کی تاکید کی۔ (۲۰) اور آپ کی نبوت ورسالت اور آپ ﷺ کی بعثت کے مقاصد کے قیامت تک باقی رہنے کا اعلان کیا۔ فرمایا

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ (۲۱)

وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول خود انہی میں سے اٹھایا جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے ان کی زندگی سنوارتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا

ہے حالانکہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

ان آیتوں میں چار مقاصد نمایاں طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ تلاوتِ آیات، تعلیمِ کتاب، تعلیمِ حکمت اور تزکیہ۔ ان مقاصد کا تفصیلی بیان اور شرح تفسیروں میں مذکور ہے۔ البتہ تزکیے کے بارے میں ایک مختصر سا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ اس کا مادہ ز ک ی ہے اسی سے کلمۂ زکوٰۃ نکلا ہے، اور اسی سے تزکیہ بنا ہے اس کے لفظی معنی میں کسی چیز کو خرابی، گندگی اور نقص سے صاف کرنا، پھر اس میں خوبیاں اور اچھائیاں بھرنا (۲۲)۔ اس معنی کا لحاظ کرتے ہوئے اس کا مفہوم ہے اخلاق و عادات، معاشرت و معیشت، رسوم و رواجات اور تمدن و سیاست کی جو خرابیاں ہیں انہیں ان میں سے نکالنا، انہیں پاک کرنا پھر ان میں ان باتوں کی اچھائیاں اور خوبیاں بھرنا اور انہیں سنوارنا، جلا دینا، پروان چڑھانا اور اُن کی تکمیل کرنا (۲۳)

یہ وہ عظیم مقاصد اور اہم مشن ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے لئے لے کر آئے، پھر اس کی تکمیل کے لئے آپ ﷺ نے دن رات کام کیا اور آخر کار کامیاب ہوئے۔ ہزاروں، لاکھوں لوگوں کی زندگیاں آپ ﷺ نے خود سنواریں اور ان کو کامل ترین انسان، معاشرے کا بہترین فرد اور دوسرے انسانوں کا رہنما و رہبر کیا۔ بعد میں اس کام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں اور عقیدت مندوں نے آگے بڑھایا۔ اس طرح ان چاروں مقاصد کی دنیا میں تکمیل ہوئی۔

آپ ﷺ کی مخلوق سے خیر خواہی و محبت: آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں کے خیر خواہ و بہی خواہ تھے، اُن کی بھلائی و بہتری کے لئے فکر کرنے والے، اُن پر رحم کھانے والے اور شفقت کرنے والے تھے، جو کام اور جو بات انسانوں کی دنیا و آخرت کے لئے نقصان دہ اور ضرر رساں ہے اس سے آپ کو سخت تکلیف پہنچتی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کیفیت کو اس طرح بیان کیا ہے:

لَقَدْ جَآئَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَئُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۲۴)

دیکھو تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق گزرتا ہے، تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لئے وہ شفیق اور رحیم ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت اپنی امت کا خیال رہتا تھا، اس کی دنیوی اور اُخروی فلاح کے لئے فکر مند رہتے تھے۔ اُن کی ہر قسم کی خرابیوں سے آپ کو تکلیف ہوتی تھی اور ان پر کڑھتے رہتے تھے۔

آپ ﷺ نے اپنی تعلیم وتربیت، اپنے اُسوۂ حسنہ، اپنے ارشادات وفرمودات اور اپنے اوامر ونواہی سے کوشش کی کہ آپ کی امت تمام اخلاقی خرابیوں اور عیوب سے پاک رہے اور اخلاقی خوبیوں سے مزین ہو۔

بے غرض خدمت : آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی اور انسانوں کی جتنی بھی خدمت کی، اصلاح وتبلیغ کا کام کیا، اُن کی تعلیم وتربیت کی اور اُن کی روحانی واخلاقی تربیت کی، اس سے آپ ﷺ کی کوئی دنیاوی غرض وابستہ نہیں تھی۔ آپ نے کسی سے کبھی کوئی معاوضہ طلب نہیں کیا، کسی پر کوئی احسان نہیں جتایا، کسی کو کوئی ذہنی تکلیف نہیں دی اور اس کی تشہیر نہیں کی، یہ تمام کام محض اللہ کی رضا جوئی اور اپنے فرائض کی ادائیگی کے لئے تھا۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَمَا تَسْئَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ط اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ O (۲۵)

حالانکہ تم اس خدمت پر ان سے کوئی اجر بھی نہیں مانگتے ہو یہ تو نصیحت ہے جو دنیا والوں کے لئے عام ہے۔

یہی وہ اہم فرق ہے جو رفاہی کام آخرت سے کٹ کر، اس کا تصور وعقیدہ درمیان سے نکال کر کئے جاتے ہیں ان میں وہ خیر وبرکت اور پذیرائی نہیں ہوتی، اور نہ ہی اس کام کا آخرت میں کوئی ثمرہ سامنے آئے گا۔ بس چند دن کی واہ واہ ہو جاتی ہے۔ ایسے کام کو دوام وتسلسل نصیب نہیں ہوتا، اسلام کا یہی اصول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نیک عمل اس وقت قبول ہوگا جب اس کے ساتھ ایمان وایقان کی دولت ہو اور بے غرضی اور اخلاص کے ساتھ ہو۔

رحمت عالم: نبی صلی اللہ علیہ وسلم پوری دنیا کی تمام مخلوقات کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ رحمت کا فیضان ہر دور اور ہر زمان ومکان کے لئے عام ہے۔ آپ کی رحمت سے بالواسطہ اور بلاواسطہ ہر ذی نفس کو کسی نہ کسی طرح حصہ ملا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (۲۶)

ہم نے آپ کو جہانوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی تمام مخلوقات کے لئے بالعموم اور انسانوں کے لئے بالخصوص رحمت بن کر آئے ہیں۔ آپ تمام مظلوم ومقہور انسانوں، غلاموں، خادموں، نوکروں، مزدوروں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں، کمزوروں اور بیماروں کے لئے رحمت بن کر آئے اور انہیں ظلم وزیادتی، مصیبت ونکبت سے نجات دلائی۔ ان کے معاشرتی، معاشی، سماجی وسیاسی حقوق بحال کئے۔ دنیا سے ہر قسم کی عصبیت وقومیت ختم

کر کے اسلام میں داخل ہونے والوں کو ایک امت اور بھائی بھائی بنایا، عورتوں کو ہر قسم کے استحصال سے، چاہے وہ مالی ہو یا اخلاقی، یا معاشرتی ہو یا سیاسی سے نجات دلائی، اب اگر کوئی خود ہی اس رحمت سے منہ موڑے تو یہ اُس کی اپنی بدقسمتی ہے۔ آپ ﷺ کی رحمت تو عام ہے اور عام رہے گی۔

مظلوم کو حق دلانا : نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوتِ عام کی ابتدا کی اور کھلم کھلا لوگوں کو اسلام کی طرف بلانے لگے۔ اور آپ ﷺ دعوتِ دین کے کام کے ساتھ مظلوموں کی دادرسی اور حق رسانی کا فریضہ بھی سرانجام دیتے رہے۔ اس سلسلے کے دو واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ایک دفعہ اراش قبیلے کا ایک شخص فروخت کے لئے کچھ اونٹ لے کر مکے آیا، ابوجہل نے اس کے اُونٹ خرید لئے اور جب اُس نے قیمت طلب کی تو ٹال مٹول کرنے لگا۔ اراشی نے تنگ آ کر ایک روز حرمِ کعبہ میں قریش کے سرداروں کو جا پکڑا اور مجمعِ عام میں فریاد شروع کر دی۔ دوسری طرف حرم کے ایک گوشے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، قریشی سرداروں نے اس شخص سے کہا کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے، دیکھو وہ صاحب جو اُس کونے میں بیٹھے ہیں، اُن سے جا کر کہو وہ تم کو تمہارا حق دلا دیں گے۔ چنانچہ اراشی نبی کی طرف چلا اور قریش کے سرداروں نے کہا کہ آج لطف آئے گا۔ اراشی نے جا کر آپ ﷺ سے اپنی شکایت بیان کی۔ آپ اسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے اور اسے ساتھ لے کر ابوجہل کے مکان کی طرف روانہ ہو گئے۔ سرداروں نے ایک آدمی پیچھے لگا دیا کہ جو کچھ گزرے اس کی خبر لا کر دے۔ نبی ﷺ سیدھے ابوجہل کے دروازے پر پہنچے اور کنڈی کھٹکھٹائی۔ اُس نے پوچھا کون؟ آپ نے جواب دیا محمد، وہ حیران ہو کر باہر نکل آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا ''اس شخص کا حق ادا کرو'' وہ سیدھا اندر گیا اور اُس کے اونٹوں کی قیمت لا کر اُس کے ہاتھ میں دے دی۔ قریش کا مخبر یہ حال دیکھ کر حرم کی طرف دوڑا اور سرداروں کو سارا ماجرا سنا دیا اور کہنے لگا کہ واللہ! آج وہ عجیب معاملہ دیکھا ہے جو کبھی نہیں دیکھا تھا، حَکم بن ہشام (ابوجہل) جب نکلا تو محمد ﷺ کو دیکھتے ہی اُس کا رنگ فق ہو گیا، اور جب آپ نے اُس سے کہا کہ اس کا حق ادا کرو تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے اُس کے جسم میں جان نہیں ہے۔ (۲۷)

ایک اور واقعہ ہے۔ ابوجہل ایک یتیم کا سرپرست تھا، وہ بچہ ایک دن اُس کے پاس اس حالت میں آیا کہ اُس کے بدن پر کپڑے تک نہ تھے اور اس نے التجا کی کہ اُس کے باپ کے چھوڑے ہوئے مال میں سے کچھ دے دے۔ مگر اس ظالم نے اُس کی طرف توجہ تک نہیں کی اور وہ مایوس ہو کر پلٹ گیا، قریش کے سرداروں نے ازراہِ شرارت اس سے کہا کہ محمد (ﷺ) کے پاس جا کر شکایت کرو، وہ ابوجہل سے سفارش

کر کے تجھے تیرا مال دلا دیں گے، بچہ بے چارہ ناواقف تھا کہ ابوجہل کا حضور ﷺ سے کیا تعلق ہے، اور یہ بدبخت کس غرض سے اسے مشورہ دے رہے ہیں۔ وہ سیدھا حضور کے پاس پہنچا اور آپ سے اپنا حال بیان کیا۔ آپ ﷺ اُسی وقت کھڑے ہوئے اور اسے ساتھ لے کر اپنے بدترین دشمن ابوجہل کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر اُس نے آپ کا استقبال کیا اور جب آپ نے فرمایا کہ اس بچے کا حق دے دو، تو وہ فوراً مان گیا اور اُس کا مال لاکر دے دیا۔ قریش کے سردار کسی مزیدار جھڑپ کی امید کر رہے تھے، مگر جب انہوں نے یہ معاملہ دیکھا تو حیران ہو کر ابوجہل کو طعنہ دیا کہ تم بھی اپنا دین چھوڑ گئے ہو؟ اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں نے اپنا دین نہیں چھوڑا، مگر مجھے ایسا محسوس ہوا کہ محمد ﷺ کے دائیں بائیں ایک، ایک نیزہ، ہے جو میرے اندر گھس جائے گا اگر میں نے ذرا بھی اُن کی مرضی کے خلاف حرکت کی۔ (۲۸)

ہجرت کے بعد رفاہی کام

مسجدِ قبا کی تعمیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کی نواحی بستی قبا میں ۱۲ ربیع الاول ۱۳ نبوی کو پہنچے، یہاں آپ ﷺ نے چند روز قیام کیا اور ایک مسجد کی بنیاد رکھی جسے مسجد قبا یا مسجدِ تقویٰ کہا جاتا ہے۔ نبی ﷺ نے اس مسجد کی بنیاد رکھنے اور تعمیر میں بہ نفسِ نفیس حصہ لیا۔ سب سے پہلے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے ایک پتھر لاکر قبلہ رُخ رکھا، آپ کے بعد ابوبکرؓ نے اور ابوبکرؓ کے بعد عمرؓ نے ایک ایک پتھر رکھا، اُس کے بعد دیگر حضراتِ صحابہؓ نے پتھر لا کر رکھنا شروع کئے اور تعمیر کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ صحابۂ کرامؓ کے ساتھ آپ ﷺ بھی بھاری پتھر اُٹھا کر لاتے اور بسا اوقات پتھر تھامنے کی غرض سے شکمِ مبارک سے لگا لیتے۔ صحابۂ کرامؓ عرض کرتے یا رسول اللہ آپ رہنے دیں، ہم اُٹھالیں گے تو آپ قبول نہ فرماتے۔ (۲۹)

مسجدِ نبوی کی تعمیر : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب قُبا کی بستی سے مدینہ منورہ کے مرکزی مقام میں تشریف لائے اور آپ ﷺ کی اُونٹنی اللہ کے حکم سے موجودہ مسجدِ نبوی کی جگہ بیٹھ گئی تو آپ نے اس جگہ قیام کا فیصلہ کیا۔ یہاں کھجوروں کا کھلیان اور مشرکین کی چند قبریں تھیں۔ یہ جگہ سہل اور سُہیل نامی دو یتیم لڑکوں کی تھی۔ یہ لڑکے حضرت اسعد بن زُرارہؓ کی کفالت میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلا کر یہ زمین فروخت کرنے کا فرمایا۔ ان لڑکوں نے عرض کی کہ ہم اس کی قیمت اللہ تعالیٰ سے ہی لیں گے اور آپ کی خدمت میں بطورِ ہبہ بلا قیمت پیش کرتے ہیں، لیکن آپ ﷺ نے ہدیہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اس کی قیمت دے کر مسجد کی تعمیر شروع کرائی۔ (۳۰) یہ قیمت حضرت ابوبکرؓ نے ادا کی تھی۔

مسجد بنانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود صحابۂ کرامؓ کے ساتھ شریک رہتے تھے۔ آپ کچی اینٹیں اُٹھا اٹھا کر لے جا رہے تھے اور یہ شعر پڑھتے جا رہے تھے ؎

اللّٰھم لا خیر الا خیر الآخرہ

فاغفر الانصار والمھاجرہ

ھٰذا الحمال لا حمال خیبر

ھٰذا ابر ربنا واطھر

یا اللہ آخرت کی خیر کے سوا کوئی خیر نہیں، پس انصار اور مہاجرین کو بخش، یہ بوجھ اُٹھانا (آخرت کے لئے ہے) یہ خیبر کا بوجھ اُٹھانا نہیں ہے، اے ہمارے رب یہ بوجھ اُٹھانا بہت بڑی نیکی کا کام ہے اور بہت پاکیزہ عمل ہے۔(۳۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم مرتبہ اور مقام دیکھیے کہ سرورِ دو جہاں اور نبی الاولین والآخرین ہوتے ہوئے تمام صحابہ کے ساتھ اینٹیں اٹھا رہے ہیں، تعمیر کے کام میں ہاتھ بٹا رہے ہیں اور اصحابِ کرامؓ کو آخرت کا دائمی اجر و ثواب یاد دلا رہے ہیں اور مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کے لئے اجتماعی مرکز بنا رہے ہیں۔

صُفّہ اور اصحابِ صفّہ کی خدمت : مسجدِ نبوی کی بنیاد رکھنے کے ساتھ ہی صُفّہ کی ابتدا ہوگئی، صُفّہ چبوترے کو کہتے ہیں جو مسجد نبوی سے متصل شمالی جانب تھا۔ ایسے نئے آنے والے مہاجرین اور طالبِ علم جو دین کی تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے یا مجاہدین جو جہاد کے لئے نکلنے کے انتظار میں رہتے تھے، یہاں آ کر مقیم ہوتے۔ یہ لوگ نہایت غریب، بے سہارا اور بے گھر ہوتے تھے۔ ان کی تعداد میں کمی وبیشی ہوتی رہتی تھی۔ کبھی تو بیس، پچیس اور پچاس ہوتے کبھی سینکڑوں تک ہو جاتے تھے۔ یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھ کر دین کی تعلیم و تربیت لیتے اور اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور بیچتے یا دوسری مزدوری ملتی تو وہ بھی کر لیتے، بعض اوقات مزدوری نہ ہونے اور کھانے کا بندوبست نہ ہونے کی وجہ سے بھوکے رہتے تھے۔ کوئی صاحبِ خیر کھانا کھلا دیتا تو کھا لیتے ورنہ پانی پر گزارہ کرتے تھے۔

ان لوگوں کی پرورش اور ضروریات بقدرِ استطاعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ کبھی ان کو دودھ پیش کرتے، کبھی کھانا دیتے۔ کھانے کی برکت کے سلسلے میں آپ ﷺ کے جو معجزات سیرت کی کتابوں میں بیان ہوئے ہیں، ان میں سے کچھ کا تعلق اصحابِ صفہ سے ہے۔(۳۲) بہر حال آپ ﷺ کی خدمتِ خلق اور شفقت علی الخلق کی ایک اہم مثال اصحابِ صفہ کی خدمت و پرورش اور ان کی تعلیم و تربیت ہے

یہ صفہ واصحابِ صفہ کا طریقہ اور سنت ہے جو دینی مدرسوں اور یتیم خانوں کی شکل میں آج تک موجود ہے اور تا قیامت موجود رہے گا۔

نبی ﷺ اور وقف: عرب میں اللہ کی راہ میں وقف کرنے کا طریقہ رائج نہیں تھا اور نہ ہی عرب اس سے متعارف تھے۔ ملکیت وقف کرنے کی ابتدا آپ ﷺ نے کی، اور مسجدِ نبوی کی زمین آپ نے دونو جوانوں سہل اور سہیل سے خرید کر مسجد کے لئے وقف کردی۔ عرب میں یہ پہلا وقف ہے (۳۳)

مدینہ منورہ میں پینے کے پانی کی قلت تھی۔ پھر جو کنویں تھے ان میں سے اکثر یہودیوں کے تھے۔ ان میں سے قریبی کنواں (بیر) رومہ تھا۔ یہ کنواں حضرت عثمان غنیؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے چار ہزار دینار میں اس کے یہودی مالک سے خریدا اور آپ ﷺ کے فرمانے سے انہوں نے حسبۃ اللہ وقف کردیا۔ یہ دوسرا وقف ہے جو مدینہ منورہ میں قائم ہوا۔ (۳۴)

جب آیت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ○ نازل ہوئی تو ابوطلحہ انصاری نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اپنا پیارا مال خرچ کرو، میرا پیارا مال یہ باغ ہے۔ یہ اللہ کے لئے صدقہ ہے۔ آپ جہاں چاہیں اسے صرف کریں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ نفع بخش مال ہے۔ اس لئے اسے اپنے رشتہ داروں میں صرف کریں۔ انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ اسے انہیں دے دیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلحہ کے رشتہ داروں، چچا اور بھائیوں میں تقسیم کردیا۔ (۳۵)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ایک وقت آیا کہ مسجدِ نبویؐ لوگوں کے لئے بہت تنگ ہوگئی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا کوئی بندہ ہے جو فلاں گھرانے کی زمین کا قطعہ خرید کر مسجد میں شامل کردے، تو اس کے عوض اللہ تعالیٰ جنت میں اس سے بہتر اس کو عطا فرمائے گا۔ تو حضرت عثمانؓ نے اسے اپنی ذاتی رقم سے خرید کر مسجد میں شامل کردیا، یہ تیسرا وقف ہے جو آپ ﷺ کی ترغیب سے کیا گیا۔ (۳۶)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہؓ سے بعض باغات وقف شخصی اور وقف اجتماعی کرائے۔ یہ سلسلہ آگے چل کر مسلم امہ میں بہت بڑے خیر کا سبب اور رفاہی کاموں کی بنیاد بنا۔

حضرت سلمان فارسیؓ کے لئے باغ لگانا: حضرت سلمان فارسیؓ (م۔۳۵ھ) نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان پر اپنے یہودی آقا سے اپنی آزادی کے لئے مکاتبت (غلامی سے آزادی کا تحریری معاہدہ) کا معاملہ کیا۔ اس میں دو بڑی شرطیں تھیں۔ ایک تین سو کھجوروں کے درخت لگانا اور دوسری چالیس اوقیہ سونا دینا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اپنے

بھائی کے لئے کھجوروں کے درخت لگانے میں مدد کرو۔ چنانچہ ہر ایک نے اپنی بساط کے مطابق اُن کی مدد کی۔ کسی نے دس، کسی نے پندرہ، کسی نے بیس اور کسی نے تیس پودے مہیا کئے۔

حضرت سلمانؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ تم درختوں کے لئے گڑھے کھودلو لیکن پودے لگانے سے پہلے مجھے اطلاع کرنا۔ یہ پودے میں اپنے ہاتھ سے لگاؤں گا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں گڑھے کھودنے میں لگ گیا اور دوسرے اصحابؓ نے بھی میرے کام میں ہاتھ بٹایا، آخر ہم نے تین سو گڑھے کھود لئے۔ جن اصحابِ کرامؓ نے کھجوروں کے پودے دینے کے لئے کہا تھا وہ بھی لے آئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود باغ میں تشریف لائے اور اپنے ہاتھ سے پودے لگائے۔ وہ قسم کھا کر کہتے ہیں کہ کھجور کا ایک بھی پودا مرجھایا نہیں۔ اس طرح یہودی کی یہ ایک شرط پوری ہوگئی۔ پھر دوسری شرط یعنی چالیس اوقیہ سونے کی بھی آپ ﷺ کے توسط سے پوری ہوگئی۔ اس طرح حضرت سلمانؓ یہودی کی غلامی کے طوق سے آزاد ہوکر ایک آزاد شہری کی حیثیت سے مسلم معاشرے میں شامل ہوگئے۔ (۳۷)

غزوۂ خندق : نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحابِ کرام مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے یثرب آئے تو یہاں بھی کفار نے چین سے بیٹھنے نہیں دیا اور دعوت وتبلیغ کا کام کرنے اور اسلام کو عملاً نافذ کرنے میں رکاوٹیں ڈالیں۔ اسی بنیاد پر غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد اور دیگر درجنوں غزوات وسرایا برپا ہوئے۔

شوال ۵ر ہجری میں کفار ومشرکین کی دس ہزار کے قریب تعداد نے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کی۔ چونکہ یہ لوگ مختلف قبیلوں، خطوں اور گروہوں سے تھے اس لئے انہیں احزاب (واحد حزب) یعنی کئی گروہ کہا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار سے مدینے کے دفاع کے لئے مشورہ کیا تو حضرت سلمان فارسیؓ نے عرض کیا کہ اہلِ فارس کا یہ طریقہ رہا ہے کہ جب دشمن کے محاصرے میں آنے کا اندیشہ ہوتو ایک خندق کھود لیتے ہیں، تاکہ دشمن پار کرکے آنہ سکے۔ خندق کا کلمہ فارسی زبان کے لفظ گندہ سے ماخوذ ہے جس کے معنٰی ہیں کھودنا، جو عربی میں آکر خندق ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مشورہ پسند آیا اور خندق کھودنے کا حکم دیا۔ چونکہ مسلمانوں کے پاس زیادہ نوکر چاکر اور غلام تو تھے نہیں جن سے کام لیتے۔ لہٰذا مہاجرین اور انصار سب ہی خندق کھودنے کے کام میں مشغول ہوگئے۔ خود سرورِ عالم ﷺ بھی بنفسِ نفیس کھودنے میں شریک تھے۔ یہ سردی کا زمانہ تھا، کھانے پینے کا خاص انتظام نہ تھا۔ تھوڑے سے جو چربی میں پکا کر سامنے رکھ دیئے جاتے تھے، سو وہی کھا لیتے تھے جس کا حلق سے اترنا مشکل ہوتا تھا۔

خندق کھودنے کا کام تقسیم کیا گیا تھا اور دس افراد کو چالیس ہاتھ خندق کھودنے کے لئے دی گئی تھی۔

حضرت سلمان فارسیؓ جن کی تجویز پر یہ کام ہورہا تھا وہ طاقت وراور مضبوط آدمی تھے۔ان کے بارے میں انصار کہنے لگے کہ ہمارے ساتھ مل کر کھودیں اور مہاجرین کہنے لگے کہ ہمارے ساتھ مل کر کھودیں اور ہر فریق کہتا تھا کہ سلمان ہم میں سے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلمان ہمارے اہل میں سے ہے۔خندق کھودتے وقت ایک ایسی سخت جگہ آئی اور ایسے پتھر آئے کہ کسی سے بھی وہاں کھدائی نہ ہوسکی۔آنحضرت ﷺ سے عرض کیا گیا،تو آپ نے فرمایا میں اندر اترتا ہوں۔چنانچہ آپ نے اتر کر جو کدال ماری تو وہ سخت حصہ ریت کا ڈھیر بن کر رہ گیا۔اس وقت آپ ﷺ کے شکمِ مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا اور تین روز سے کسی نے کچھ بھی نہ کھایا تھا۔(۳۸)۔بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ان پتھروں کو توڑنے کے لئے کدال ماری اور ہر مرتبہ ان سے چنگاریاں اُڑیں۔آپ ﷺ نے تینوں مرتبہ تین علاقوں یعنی شام، فارس اور یمن کے فتح ہونے اور امت کے قبضے میں آنے کی پیشین گوئی کی، جو سچی ثابت ہوئی۔(۳۹)

اس موقع پر نبی ﷺ نے یہ شعر پڑھا اور صحابۂ کرام نے ساتھ دیا:

اللھم ان العیش عیش الآخرۃ

فاغفر الا نصار والمھاجرۃ

یااللہ! زندگی تو بس آخرت کی ہی زندگی ہے، سوتو انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔

خندق کھودتے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکورہ شعر کے علاوہ دوسرے اشعار پڑھنا بھی مروی ہے۔حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ غزوۂ احزاب کے موقع پر میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ خندق کھودرہے ہیں اور شکم انور مٹی سے اٹا ہوا ہے، آپ عبداللہ بن رواحہؓ کے یہ اشعار پڑھ رہے ہیں

اللھم لولاأنت مااھتدینا

ولا تصدقنا ولا صلّینا

یااللہ، اگر تو ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے۔

فانزلن سکینۃ علینا

وثبت الاقدام ان لاقینا

ہم پر سکینہ (قلبی سکون واطمینان) نازل فرما، اگر دشمن سے مڈبھیڑ ہوجائے تو ثابت قدم رکھ۔

ان الأولی قد بغوا علینا

ارادوا فتــــنة اَبَیــــنــا

ان لوگوں نے ہم پر ظلم کیا ہے۔ جب یہ لوگ فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کریں گے تو ہم انکار کردیں گے۔

آخری لفظ کو سب مل کر بار بار کہتے تھے یعنی اَبَینا اَبَینَا۔ (۴۰)

یہ تمام عمل اسلامی ریاست کے تحفظ، مسلمانوں کی جانی اور مالی حفاظت وصیانت کے لئے تھا، اس پہلو سے یہ عظیم رفاہی کام ہے۔

آپ ﷺ کا معجزۂ طعام : جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خندق کھود رہے تھے۔ اس وقت بھوک کا یہ عالم تھا کہ تین دن سے آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں نے کچھ کھایا نہ تھا، حضرت جابر بن عبداللہؓ وہاں موجود تھے، ان سے بھوک کی یہ حالت دیکھ کر رہا نہ گیا۔ سو آنحضرت ﷺ سے اجازت لے کر اپنے گھر گئے۔ بیوی سے کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بھوک کی حالت میں دیکھا ہے۔ تمہارے پاس کچھ کھانے کے لئے ہے؟ یہ سن کر بیوی نے ایک تھیلی نکالی جس میں ایک صاع (ساڑھے تین کلو) جو تھے اور گھر میں ایک چھوٹا بکرا تھا۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میری بیوی نے جو پیسے اور میں نے وہ بکرا ذبح کیا اور بوٹیاں کر کے تین پتھروں کا چولہا بنا کر ہانڈی میں چڑھا دیا، جب بوٹیاں گلنے کے قریب ہوگئیں اور آٹا گوندھے جانے کے بعد پکنے جیسا ہوگیا تو میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے نکلا۔ بیوی نے کہا کہیں ایسا مت کرنا کہ نبی ﷺ کے علاوہ آپ کے (سب یا اکثر) ساتھیوں کو لے آؤ اور کھانا کم پڑنے کی وجہ سے میری رسوائی کراؤ۔

حضرت جابر آئے اور چپکے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں کہا کہ ہم نے کھانے کا انتظام کیا ہے۔ آپ ﷺ چند صحابہؓ کے ساتھ تشریف لے چلیے، لیکن آپ نے تمام اہل خندق کو پکار کر کہا کہ ''آ جاؤ! جابرؓ نے دعوتِ عام کی ہے'' اور حضرت جابرؓ سے کہا کہ ''جب تک میں نہ آؤں، چولہے سے دیگچی نہ اتاری جائے اور روٹی نہ پکے'' آنحضرت ﷺ تمام لوگوں کو لے کر روانہ ہوئے، حضرت جابرؓ کے گھر آئے تو بیوی نے ناراضی ظاہر کی۔ انہوں نے کہا کہ میں کیا کروں، تم نے جو کہا تھا میں نے اس کی تعمیل کردی۔ آپ ﷺ آئے تو بی بی نے آپ کے سامنے آٹا پیش کیا۔ آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن مل دیا اور برکت کی دعا دی۔ اس طرح دیگچی میں بھی لعاب دہن ڈالا اور دعائے برکت کی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روٹی پکانے اور سالن نکالنے کا حکم دیا۔ کم وبیش ایک ہزار آدمی تھے، سب کھا کر واپس چلے

گئے۔لیکن آٹے اور گوشت میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔(۴۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نوع کے درجنوں معجزات سیرت کی کتابوں میں مذکور ہیں،جن سے کھانے،دودھ،پانی اور دیگر غذائی اشیا میں برکت اور کثرت معلوم ہوتی ہے۔دو چار افراد کا کھانا سینکڑوں افراد کے لئے کافی ہوتا ہے۔ان کی غذائی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور بعض اوقات یہ خوراک بچ جاتی ہے جسے بعد میں ایک عرصے تک استعمال کیا جاتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ تر معجزات ایسی اشیا کے بارے میں ہیں جن سے سینکڑوں، ہزاروں لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔اس لئے علما نے معجزات کے دو بڑے پہلو بیان کئے ہیں۔ایک ان کے ذریعے حجت قائم کرنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت،صداقت،دینِ اسلام کی حقانیت اور صداقت کو ثابت کرنا اور دوسرا پہلو منفعت اور لوگوں کی بھلائی و بہتری اور ضروریات کی تکمیل کرنا۔(۴۲)

احمد شہاب الدین خفاجی نے بھی قاضی عیاض کے جملے **ومن معجزاته صلى الله عليه وآله وسلم تكثير الطعام ببركة ودعائه** کی وضاحت میں یہ لکھ کر معجزات میں حاجت کی تکمیل کے لطیف پہلو کی طرف اشارہ کیا ہے۔النافعین عندالحاجة۔(۴۳)

اس بنا پر معجزات زیادہ تر ان باتوں،اشیا اور کاموں میں ظاہر ہوئے ہیں جن سے ایک طرف حجت و برہان قائم ہوئی ہے تو دوسری طرف لوگوں کو مالی،مادی اور جسمانی فائدے پہنچے ہیں۔جیسے موسیٰ علیہ السلام کے تمام معجزات ایسے ہیں کہ جن سے لوگوں کی ضروریات پوری ہوئی ہیں۔کہیں لوگ ڈوبنے سے بچائے گئے تو کہیں پانی کی ضرورت پوری ہوئی،تو کہیں کھانے کی اشیا ملیں تو کہیں اُن کے دشمنان پر رعب طاری ہوا اور موسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے دین کی حقانیت ثابت ہوئی اور دشمن پر رعب طاری ہونے سے اس کی بنی اسرائیل پر گرفت ڈھیلی ہوئی اور وہ اس کے چنگل سے نکل گئے۔

اس لئے معجزات کو ان کے منفعت کے پہلو کی وجہ سے رفاہی کاموں اور شفقت و رحمت علی الخلق کے کاموں میں جزوی طور پر شمار کرنا بالکل شریعت کی روح کے مطابق ہے۔

بھوکے کو کھانا کھلانے کا بندوبست : مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بھوکا شخص آیا اور کھانا طلب کیا،آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی حالت دیکھ کر پریشان ہوئے اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔گھر والوں نے بتایا کہ اس وقت سوائے پانی کے کوئی کھانے پینے کی چیز گھر میں نہیں ہے۔آپ ﷺ واپس تشریف لائے اور صحابہؓ سے فرمایا کہ جو صاحب اس شخص کو اپنا مہمان بنائے

گا تو اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا۔ اس پر ابوطلحہؓ نے عرض کی کہ میں انہیں اپنا مہمان بناتا ہوں پھر وہ اسے اپنے گھر لے گئے اور جا کر اپنی زوجہ محترمہ سے صورت حال بتا کر پوچھا کہ گھر میں کھانے کے لئے کیا کچھ ہے؟ انہوں نے کہا کہ صرف بچوں کا کھانا موجود ہے۔ ابوطلحہؓ نے تجویز دی کہ بچوں کو بہلا کر سلا دو اور کھانا سامنے رکھ کر چراغ گل کر دو۔ ہم مہمان کے ساتھ بیٹھ کر کھانے کی سی صورت بنالیں گے لیکن کھائیں گے نہیں اور مہمان پیٹ بھر کر کھالے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، انہوں نے اور بچوں نے بھوک میں رات گزاری لیکن بھوکے مسافر اور زیادہ ضرورت مند نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ صبح کے وقت ابوطلحہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے اس حسن سلوک سے بہت خوش ہوئے۔ (۴۴)

حاجت مندوں کی خدمت : آپ ﷺ نے جس طرح ان حاجت مندوں پر رحمت وشفقت اور ان کی ضروریات پوری کیں۔ حضرت جریرؓ نے روایت کی کہ ایک دن صبح کے وقت ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ مضر قبیلے کے کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ لوگ ننگے پیر، ننگے بدن اور پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور گلے میں تلواریں لٹکائے ہوئے تھے۔ ان کے بھوک وافلاس کی یہ حالت دیکھ کر آپ کا چہرۂ مبارک دکھ سے متغیر ہوگیا۔ آپ ﷺ اپنے گھر میں گئے پھر جلد ہی واپس باہر تشریف لے آئے، اور حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم دیا، چنانچہ انہوں نے اذان دی، پھر اقامت کہی اور آپ ﷺ نے نماز پڑھائی اور لوگوں سے خطاب کیا۔ آپ نے فرمایا

لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں دنیا میں پھیلا دیئے۔ اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو اور رشتہ وقرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو اور یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کررہا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ حشر کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط (۴۵) ''اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لئے کیا سامان کیا ہے، اللہ سے ڈرتے رہو''۔

پھر فرمایا: ہر شخص اپنے دینار و درہم سے، اپنے کپڑوں سے، گندم کے صاع (ایک پیمانہ) اور کھجور کی مقدار سے صدقہ کرے یہاں تک کہ کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو

اس کے بعد انصار کا ایک شخص رقم کی ایک تھیلی لیکر آیا جس سے اس کے ہاتھ تھک رہے تھے بلکہ

تھک ہی گئے تھے، پھر سامان لانے والوں کا تانتا بندھ گیا اور میں نے کھانے کی اشیا اور کپڑوں کے دو بڑے ڈھیر دیکھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک خوشی و سرور سے سونے کی طرح چمکتا ہوا دیکھا۔

اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس شخص نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ نکالا اور اس کے لئے اس کا اجر ہے اور ان لوگوں کا بھی اجر ہے جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے اور ان پر عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جس شخص نے اسلام میں کوئی برا طریقہ رائج کیا تو اس پر اس کا گناہ ہوگا اور ان لوگوں کا بھی گناہ ہوگا جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے اور ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی کمی نہیں کی جائے گی۔ (۴۶)

طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ یہ لوگ عبدالقیس کے وفد کے تھے اور اُونی کملیاں پہنے ہوئے تھے اور ان پر تکلیف کے اثرات تھے۔ ان لوگوں کی تکلیف دہ حالت کی وجہ سے آپ کو بھی تکلیف ہوئی اور اپنے گھر میں گئے پھر باہر آئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرنے کا حکم دیا اور لوگوں کو اس پر ابھارتے ہوئے فرمایا: ''آدمی اپنی گندم کی مقدار میں سے صدقہ کرے''۔ (۴۷)

اس حدیث مبارکہ سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر حاجت منداور مصیبت کے مارے ہوئے کو دیکھے تو اس کی حاجت پوری کرنے کی فکر کرنی چاہئے، اس کے فریاد کرنے کا انتظار نہیں کرنا چاہئے۔ دوسرے یہ کہ حاجت مندوں کی اعانت کیے لئے اپیل کرنا اور انفاق کی ترغیب دینا سنتِ رسول ﷺ ہے۔ اور انسان جو نیکی یا بدی علانیہ کرتا ہے وہ اثر کے لحاظ سے اس نیکی یا بدی سے زیادہ مؤثر اور دور رس نتائج کی حامل ہوتی ہے جو خفیہ طور پر کرتا ہے۔ نیکی کی ترغیب کیلئے نفلی خیرات اور دیگر نیکیاں علانیہ کرنا جائز بلکہ افضل ہے۔ اور ہر شخص کو عمل کا بدلہ ملے گا اور اس کی وجہ سے کسی دوسرے کا عمل کم و بیش نہیں ہوگا۔ اس واقعے میں حکمرانوں کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل ایک بہترین مثال ہے کہ وہ اپنے علاقے اور اپنی رعیت کی پریشانی کو کس طرح محسوس کریں اور کتنے بے چین ہو جائیں۔

اپنی ضرورت پر دوسروں کو ترجیح دینا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ضرورت و حاجت پر دوسروں کی ضرورت کو ہمیشہ ترجیح دیتے تھے۔ بعض اوقات آپ زیادہ ضرورت مند ہوتے ہوئے بھی دوسرے کے سوال کو پورا کر دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک صحابیہؓ نے اپنے ہاتھ سے چادر بُن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے ضرورت مند ہونے کی بنیاد پر اس سے یہ تحفہ قبول کرلیا۔ ایک

غریب صحابیؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ چادر مجھے عنایت کردیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسی وقت اتار کر اس کے حوالے کردی۔ وہاں موجود صحابۂ کرام نے اُسے ملامت کرتے ہوئے کہا کہ تمہیں خبر تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی ضرورت تھی۔ آپ کسی کا سوال رد نہیں کرتے۔ پھر تم نے چادر کیوں مانگی۔ اس نے کہا کہ ''مجھے اس کی خبر تھی، لیکن میں نے یہ چادر برکت کے لئے لی ہے تاکہ یہ میرا کفن بنے''۔ راوی نے بیان کیا کہ جب یہ شخص فوت ہوا تو اس کے کفن میں یہ چادر شامل تھی۔ (۴۸)

ضرورت مند کی مدد کرنا : نبی ﷺ ہر حاجت منداور ضرورت مند کی بات سنتے تھے، اس کی ضرورت پوری کرتے تھے، اگر خود پوری کرنے کی حالت میں نہیں ہوتے تو کسی اور کی طرف رہنمائی کرتے تھے۔ حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینے کے جس راستے پر چاہو جاکر بیٹھ جاؤ، میں آکر تسلی سے تمہاری بات سنوں گا'' (۴۹)

یہ عورت ذہنی طور پر صحت مند نہیں تھی۔ پھر بھی آپ ﷺ نے اس کی دل شکنی نہیں کی اور اسے ملاقات و گفتگو کا وقت اس کی سہولت کے مطابق دے دیا۔ اس حدیث کی روشنی میں ہمارے قائدین، رہنما اور افسران اور بڑے لوگ اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لیں اور اپنے سے ملنے والوں کی ضرورتوں اور مجبوریوں کو ملحوظ رکھیں، تاکہ حضور ﷺ کے اس اسوۂ حسنہ پر عمل ہوسکے، اور لوگوں کی ضرورتیں پوری ہوں۔

امور خانہ میں شرکت : نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے چھوٹے بڑے کام سرانجام دینے میں اپنے گھر والوں کا ہاتھ بٹاتے، ان کی مدد کرتے اور چھوٹے چھوٹے کام تک خود سرانجام دے لیتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے۔ اپنے کپڑے جھاڑ لیتے، خود ہی بکری کا دودھ نکال لیا کرتے اور اپنے کام خود ہی کرلیتے تھے۔ اسی طرح دوسری روایات میں ہے کہ اپنا کپڑا سی لیا کرتے، اپنے جوتے کا خود ہی پیوند لگالیا کرتے اور اپنے کپڑے کو پیوند لگالیا کرتے تھے۔ (۵۰) یعنی اپنے گھر کا کام کرنے میں کچھ گرانی یا تکبر مانع نہیں ہوتا تھا اور جو کام لوگ اپنے گھروں میں کرتے ہیں وہ حضور ﷺ بھی کرلیا کرتے تھے اور کوئی عار نہیں سمجھتے تھے۔ گھر کے چھوٹے موٹے کام کرنے کا مقصد اپنے گھر والوں کا کام کاج میں ہاتھ بٹانا، ان کی دل جوئی کرنا، ان کی مدد کرنا اور امت کے لئے ایک اسوۂ حسنہ پیش کرنا تھا۔

اجتماعی کاموں میں شرکت : اجتماعی کاموں میں بھی آپ دوسروں کے کام

میں مدد کرتے اور حصہ لیتے تھے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ اپنے آپ کو بالا سمجھ کر بیٹھ جائیں اور ان کے ساتھ شریک نہ ہوں۔ ایک مرتبہ کسی سفر میں چند صحابہؓ نے ایک بکری ذبح کرنے کا ارادہ کیا اور اس کام کو باہم تقسیم کرلیا۔ ایک نے اپنے ذمے اس کا ذبح کرنا لیا، دوسرے نے اس کی کھال نکالنا، اور کسی نے اس کا پکانا اپنے ذمے لیا، حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ پکانے کے لئے لکڑی اکٹھی کرنا میرے ذمے ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ کام ہم خود کرلیں گے۔ حضور نے فرمایا یہ تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ تم لوگ بخوشی کرلو گے، لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں کہ مجمع میں، میں ممتاز بنوں اور اللہ جل جلالہٗ بھی اس کو پسند نہیں فرماتے۔ (۵۱)

مریضوں کی عیادت: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مریضوں کی عیادت کرنے، ان کی غذا و علاج کی ضروریات پوری کرنے اور دیکھ بھال کرنے کو ان کا حق، اجر و ثواب کا باعث اور اخلاقیات کا جزو بتایا۔ اس بارے میں متعدد احادیث آئی ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنے قول کے ساتھ عملی طور پر ان کی خدمت کی اور علاج و معالجے کا بندوبست کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکوں، یہودیوں اور منافقوں کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور اسی لئے علما نے غیر مسلموں کی عیادت کو جائز و مستحب قرار دیا ہے۔

حضرت سعدؓ بن معاذ جب جنگِ اُحد میں زخمی ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا خیمہ مسجد میں نصب کرایا تاکہ بار بار ان کی عیادت اور دیکھ بھال کی جاسکے۔ (۵۲)

معاشرتی باتوں کا لحاظ: دنیاوی زندگی کے اجتماعی معاشرے میں ہر انسان اور ہر خاندان پر اچھے اور برے دن آتے رہتے ہیں، منگنی، شادی، بیاہ، بچے کی پیدائش، موت و فوت، مالی نقصانات، لڑائی جھگڑے وغیرہ۔ ایسی معاشرتی تقریبات اور مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں شرکت فرماتے۔ خوشی کے موقع پر مبارکباد دیتے اور غم کے موقع پر غم میں شریک ہوتے اور دکھ و غم بانٹتے اور ان لوگوں کا غم ہلکا کرتے، اس سلسلے کی درجنوں روایات اور واقعات ہیں جو سیرت کی کتب میں موجود ہیں۔

حضرت عائشہ بنتِ سعد رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ میرے والد نے اپنا قصہ سنایا کہ میں ایک بار مکے میں سخت بیمار ہوا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لئے تشریف لائے تو میں نے پوچھا کہ میں کافی مال چھوڑ رہا ہوں اور میری صرف ایک بچی ہے، کیا میں اپنے مال میں سے دو تہائی کی وصیت کر جاؤں، اور ایک تہائی بچی کے لئے چھوڑ جاؤں؟'' فرمایا! نہیں۔ تو میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ پھر ایک تہائی کی وصیت کر جاؤں؟ فرمایا۔ ہاں ایک تہائی کی وصیت کر جاؤ، اور ایک تہائی بہت ہے۔ (۵۳)

حضرت سعدؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نصیحت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایک مومن کو

اپنے مال میں سے کچھ حصہ رشتے داروں، مستحقین اور حاجت مندوں کے لئے رکھنا چاہئے

حضرت زید بن ارقمؓ کہتے ہیں کہ ایک بار میری آنکھیں دُکھنے لگیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لئے تشریف لائے اور کہنے لگے زید! تمہاری آنکھوں میں یہ تکلیف ہے تو تم کیا کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ صبر سے برداشت کرتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم نے آنکھوں کی اس تکلیف میں صبر و برداشت سے کام لیا تو تمہیں اس کے صلے میں جنت نصیب ہوگی'' (۵۴)

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ایک بوڑھی خاتون) ام السائب کی عیادت کو آئے، ام السائب بخار کی شدت سے کانپ رہی تھیں۔ پوچھا کیا حال ہے؟ خاتون نے کہا اللہ اس بخار کو سمجھے اس نے گھیر رکھا ہے۔ یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخار کو برا بھلا نہ کہو، مومن کے گناہوں کو اس طرح صاف کر دیتا ہے جیسے آگ کی بھٹی لوہے کو صاف کر دیتی ہے''۔(۵۵)

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ایک یہودی لڑکا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک بار وہ بیمار ہوا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ اس کے سرہانے بیٹھے تو اسلام کی دعوت دی۔ لڑکا اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگا جو پاس ہی موجود تھا (کہ باپ کا کیا خیال ہے؟) باپ نے لڑکے سے کہا کہ ابوالقاسم ﷺ کی بات مان لو، چنانچہ لڑکا مسلمان ہوگیا، اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہوئے باہر آئے کہ شکر ہے اللہ کا جس نے اس لڑکے کو جہنم سے بچالیا (۵۶)

اس آخری واقعے سے اندازہ کیجئے کہ دعوت و تبلیغ کا کام ہر موقع اور ہر وقت کیا جانا چاہئے۔ مرض میں چونکہ انسان کا دل نرم ہوتا ہے اس لئے حق کو آسانی سے قبول کر لیتا ہے۔ پھر دکھ کے وقت کی ہمدردی اور اعانت انسان کو یاد رہتی ہے۔ ان ہی باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے عیسائیوں نے اسپتالوں کے ذریعے مشنری کام کو وسیع پیمانے پر کیا ہے اور کر رہے ہیں۔

مہمانوں کی خدمت : آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمان نوازی اور میزبانی کی فضیلت، اہمیت اور اس کا اجر و ثواب بڑی تفصیل سے بیان فرمایا۔ پھر آپ نے بذاتِ خود مہمانوں کی خاطر تواضع کی، ان کی خدمت کی اور اُن کے کھانے، پینے اور رہنے کا بندوبست کیا۔ آپ کے ہاں ہر مذہب، ہر علاقے اور حیثیت کے لوگ آکر مہمان بنتے اور آپ ﷺ ان کی مہمانی و میزبانی کرتے۔ آپ ﷺ کے مہمانوں میں مومن، کافر، مشرک، عیسائی، یہودی اور منافقین وغیرہ ہوتے تھے۔ آپ اور آپ کے ساتھی ان کی خدمت کرتے، ان کے ٹھہرنے کا بندوبست کرتے، ان کے کھانے کا انتظام کرتے۔ یہ رواداری

اور خدمت اس دور میں تھی جبکہ دنیا اس وقت تک مختلف عصبیتوں، نفرتوں، تفرقوں اور قومیتوں میں بٹی ہوئی تھی۔

ایک مرتبہ نجران کے نصاریٰ کا بڑا وفد آپ کی خدمت میں آیا، آپ ﷺ نے انہیں مسجد میں ٹھہرایا۔ جب مغرب کا وقت ہوا تو انہوں نے اپنی عبادت کرنے کی ضرورت بیان کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے یہ بندوبست کیا کہ مسجد کے ایک طرف وہ عبادت کریں اور دوسری طرف مسلمان نمازِ مغرب ادا کریں۔(۵۷) کیا اس وقت کی دنیا میں ایسی مثال پیش کی جاسکتی ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہمان کو اپنے دسترخوان پر کھانا کھلاتے تو بار بار فرماتے کہ اور کھایئے اور کھایئے۔ جب مہمان خوب آسودہ ہو جاتا اور انکار کرتا تب آپ ﷺ اصرار سے باز آتے۔ ذیل میں ہم دو روایتیں بیان کر رہے ہیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمان نوازی کی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرے پاس سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے اور مجھے اشارے سے بلایا، چنانچہ میں جب قریب ہوا تو میرا ہاتھ پکڑا اور ہم چلنے لگے پھر ہم آپ ﷺ کی ازواجِ مطہراتؓ میں سے ایک زوجۂ محترمہ کے حجرے کے پاس آئے، میں دروازے پر رکا اور آپ ﷺ اندر چلے گئے پھر مجھے اندر آنے کی اجازت دی تو میں اس پردے والے گھر میں داخل ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجۂ محترمہ سے پوچھا کہ تمہارے پاس کھانا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ جی ہاں! پھر روٹی کی تین ٹکیاں پیش کیں۔ آپ ﷺ نے وہ دسترخوان پر رکھیں پھر آپ نے ان میں سے ایک ٹکیہ اٹھا کر اپنے سامنے رکھی اور دوسری اٹھا کر میرے سامنے رکھی پھر تیسری کو اٹھا کر دو ٹکڑے کئے، آدھا ٹکڑا اپنے سامنے رکھا اور آدھا ٹکڑا میرے سامنے رکھا پھر آپ ﷺ نے گھر والوں سے پوچھا کوئی سالن ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ سرکے کے سوا اور کچھ نہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اسے لے آؤ اور وہ تو بہت اچھا سالن ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ اور حضرت جابرؓ اس میں روٹی ڈبو کر کھانے لگے۔(۵۸)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کافر مہمان بنا اس کی مہمان نوازی کے لئے آپؐ نے ایک بکری کا دودھ نکال کر لانے کا حکم دیا جب دودھ آیا تو وہ کافر سارا پی گیا، پھر دوسری بکری کا دودھ نکال کر لایا گیا تو وہ بھی پی گیا، اس طرح سات بکریوں کا دودھ نکال کر لایا گیا تو وہ پی گیا۔ پھر صبح وہ مسلمان ہوگیا۔ اس کے ناشتے کے لئے ایک بکری کا دودھ نکال کر لایا گیا تو وہ پی گیا پھر جب دوسری بکری کا دودھ نکال کر لایا گیا تو وہ نہیں پی سکا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن ایک

آنت میں پیتا ہے اور کافر سات آنتوں میں پیتا ہے''۔(۵۹)

آپ ﷺ کی عمومی جود و سخا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجسم جود وسخا کے تھے، کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے تھے، اور اگر گھر میں کوئی چیز دینے کے لئے نہیں ہوتی تھی تو دوسروں سے لے کر دیتے تھے۔ پھر اگر سائل کو جواب دینا ہوتا تو نہایت نرمی اور شفقت کے ساتھ جواب دیتے۔

اس سلسلے میں حضرت حسینؓ سے ایک طویل روایت ہے جس کا ایک حصہ پیش کیا جاتا ہے:

قال فسألته عن مجلسه فقال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لايقوم ولايجلس الا على ذكر واذا انتهى الىٰ قوم جلس حيث ينتهي به المجلس ويأمر بذالک. ويعطي كل جلسائه بنصيبه ولايحسب جليسه ان احدا اكرم عليه منه من جالسه اوفا وضه في حاجة صابرة حتى يكون هو المنصرف ومن سأله حاجة لم يرده الابها او بيمَيسُود من القول(٦٠)

حضرت حسینؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت علیؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کے حالات دریافت کئے تو انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کی نشست و برخاست سب اللہ کے ذکر کے ساتھ ہوتی تھی، اور جب کسی جگہ تشریف لے جاتے تو جہاں جگہ ملتی وہیں بیٹھ جاتے اور اسی کا لوگوں کو بھی حکم دیتے۔ آپ ﷺ حاضرینِ مجلس میں سے ہر ایک کا حق ادا فرماتے اور آپ کے پاس ہر بیٹھنے والا یہ سمجھتا تھا کہ حضور ﷺ سب سے زیادہ اکرام میرا فرمارہے ہیں۔ جو آپ کے پاس بیٹھتا یا کسی معاملے میں آپ کی طرف رجوع کرتا تو حضور ﷺ اس کی طرف متوجہ رہتے یہاں تک کہ وہ خود اُٹھنے کی ابتدا کرے۔ جو آپ ﷺ سے کوئی چیز مانگتا تو آپ اس کو دیتے یا (اگر نہ ہوتی) تو نرمی سے جواب دیتے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمومی طریقہ رہا ہے کہ اپنی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دیتے اور ایثار کرتے ہوئے ان کی ضرورت پوری کرتے۔

قیدیوں سے حسن سلوک: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں خطۂ عرب اور خاص طور پر حجاز میں قید خانوں کا رواج نہیں تھا اور نہ ہی ایسے حالات تھے کہ کسی کو طویل عرصہ قید کیا جاتا۔

اسلام میں باقاعدہ قید خانے کی ابتدا حضرت عمرؓ نے کی۔ انہوں نے صفوان بن امیہ کا گھر چار ہزار درہم میں خرید کر اسے قید خانہ بنایا۔ اس میں مختلف قیدی بند کئے جاتے تھے۔ پھر حضرت علیؓ نے قید خانہ بنوایا۔ اور اس کا نام نافع رکھا، لیکن یہ کوئی مضبوط قلعہ نہیں تھا۔ اس لئے بعض قیدی اس سے بھاگ جاتے تھے۔ بعد میں اسے دوبارہ تعمیر کرایا جو مضبوط تھا، جس سے قیدیوں کے فرار کی صورت نہیں تھی۔

تاہم جو لوگ وقتی طور پر گرفتار ہو کر آتے انہیں روکے رکھنے کے لئے عارضی طور پر یا تو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا جاتا یا مختلف صحابۂ کرامؓ کے حوالے کر دیا جاتا جو ان کی نگرانی اور دیکھ بھال کے ساتھ ان کے خورد و نوش اور دیگر ضروریات کا بندوبست کرتے۔ جاہلی نظام میں جنگی قیدی فاتح کے رحم و کرم پر ہوتے تھے، ان پر ظلم توڑے جاتے تھے، ان سے بدسلوکی کی جاتی اور ان کو غلامی میں ڈال دیا جاتا۔ اور ان کے کھانے کے لئے ان سے بھیک منگوائی جاتی، آج کے مہذب دور میں بھی جنگی قیدیوں کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک روا رکھا جاتا ہے وہ گوانتاناموبے اور پل چرخی افغانستان اور اس کے قید خانوں سے واضح ہوتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی قیدیوں کو نیا مرتبہ دیا، چنانچہ بدر کے قیدی جو تاریخِ مدینہ میں پہلی مرتبہ زیادہ تعداد میں قید ہوئے تھے، ان کے بارے میں ہدایت کی گئی کہ قیدیوں کو نہایت آرام سے رکھا جائے۔ بعض صحابہؓ نے اس کی تعمیل میں خود کھجوریں کھا کر اپنے ذمے آئے ہوئے قیدیوں کو پیٹ بھر کر اچھا کھانا کھلایا۔ ایک بدری قیدی ابوعُزیر (مُصعب بن عُمیر کے بھائی) کا بیان ہے کہ جن انصاریوں کے ہاں مجھے رکھا گیا تھا، وہ خود کھجوروں پر گزر کرتے اور مجھے اچھا کھانا لا کر دیتے۔ اس سلوک کی وجہ سے میں سخت شرمسار ہوتا۔ جن اسیروں کے پاس لباس کم تھا، ان کو کپڑے دیئے گئے۔ حضرت عباسؓ کے بدن پر لمبے قد کی وجہ سے کوئی کرتہ پورا نہ اترتا تھا، لہٰذا ان کے لئے عبداللہ بن اُبیؓ نے کرتہ بھجوایا۔ ان قیدیوں میں سہیل بن عمرو بھی تھا جو اپنا پورا زورِ بیان اور فصاحت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تقریریں کرنے میں صرف کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ اس کے سامنے کے دانت اُکھڑوا دیئے جائیں، تاکہ جوشِ خطابت نہ دکھا سکے، کوئی اور ہوتا تو اپنے بے بس قیدی کے ساتھ بدترین سلوک کرنے میں تامل نہ کرتا، لیکن رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں اس کے کسی حصۂ بدن کو بگاڑ دوں (مُثلہ کروں) تو میرے نبی ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ سزا کے طور پر میرے اس حصے کو بگاڑ دے گا۔ (۶۱)

ثمامہ بن آثال نامی نجد کے سردار کو گرفتار کر کے مدینہ منورہ لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مسجد کے ایک ستون سے بندھوا دیا۔ یہ تین دن تک اس سے بندھے رہے۔ آپ بذاتِ خود اس کی دیکھ

بھال کرتے اور اس کی خیریت پوچھتے اور گفتگو کرتے۔ وہ کہتا کہ حضور مجھے آزاد کردیں گے تو مجھ پر احسان کریں گے اور اگر قتل کریں گے تو ایک مجرم کو قتل کریں گے۔ آخر تیسرے روز آپ ﷺ نے اسے آزاد کرنے کا حکم دے دیا، وہ آزاد ہوتے ہی مدینے کے قریب ایک تالاب پر گیا، نہا دھوکر پاک صاف ہوکر آپ کی خدمت میں آیا اور کلمہ پڑھ کر حلقۂ اسلام میں داخل ہوگیا۔ اپنے وطن واپس جاکر قریش سے کہلا بھیجا کہ اب یمن کی طرف تمہارا تجارتی قافلہ نہیں آسکتا، اس لئے کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کروں گا اور تمہاری کوئی حمایت نہیں کروں گا۔ یہ سب کچھ آپ ﷺ کے اسیروں کے ساتھ حسنِ سلوک، رواداری، تحمل مزاجی اور عفو و درگزر کرنے کی وجہ سے ہوا۔ (۶۲)

اسیرانِ جنگ کے ساتھ حسنِ سلوک اور مساوات کے سلسلے کا وہ عظیم واقعہ بھی تاریخِ اسلام کا شہ پارہ اور مسلمانوں کے لئے اسوۂ حسنہ ہے جب بدر کے قیدی گرفتار کر کے لائے گئے تو ان کے ہاتھ ان کی پیٹھ پر سخت کس کر باندھے ہوئے تھے۔ جس کی وجہ سے ان کو تکلیف ہورہی تھی۔ پہلی رات کو انہیں مسجدِ نبوی کے صحن یا اس کے قریب رکھا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت عباسؓ تکلیف کی وجہ سے کراہ رہے تھے جب ان کی آواز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں میں پڑی تو کراہنے کی وجہ دریافت کی۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ رسیوں کی سخت بندش کی وجہ سے ایسے ہورہا ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ چچا عباس کے ساتھ تمام دوسرے قیدیوں کی بھی رسیاں ڈھیلی اور نرم کردی جائیں۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔ (۶۳)

یہ ہے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیدیوں پر شفقت اور عنایت، پھر مساوات کہ اپنے چچا اور تمام اسیروں کے ساتھ یکساں برتاؤ ورویہ برتا جارہا ہے۔

بدر میں کفار جس ارادے سے آئے تھے اور مسلمانوں کے خلاف جو سخت جذبات و خیالات رکھتے تھے اور مسلمانوں کا قلع قمع کرنے کا عزم رکھتے تھے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ان کے عزائم و جرائم کی وجہ سے وہ قتل کے لائق تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی اجازت تھی۔ حضرت عمرؓ کی رائے بھی یہی تھی، لیکن آپ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے پر عمل کرتے ہوئے ان قیدیوں سے فدیہ لے کر آزاد کردیا۔ جن کے پاس مالی فدیہ نہیں تھا، ان سے مسلمانوں کے دس، دس بچوں کو پڑھانے کے عوض رہا کردیا۔ (۶۴)

جن مقامات پر انسان کا دل نرم ہوتا ہے اور اسے غور وفکر کا موقع ملتا ہے ان میں سے ایک مقام جیل ہے۔ لہٰذا قیدیوں کے ساتھ خلوص سے جو حسنِ سلوک ہوگا وہ ضرور اپنا رنگ لائے گا۔ آج قیدیوں میں سے سب سے زیادہ اسلام قبول کرنے والے امریکی جیلوں کے نیگرو اور کالے لوگ ہیں۔ کیا ہم مسلمان آپ

ﷺ کے امتی اور شیدائی دوسرے ملکوں، مقامات اور جیلوں میں بھی اسی شفقت و رحمت کے ساتھ دعوت و تبلیغ کا کام کرنے پر غور کریں گے؟ آپ ﷺ نے قیدیوں کی عزت و احترام اور ان کے حقوق کے بارے میں جو ہدایات دی ہیں وہ آج کے جنیوا چارٹر سے کئی گنا اعلیٰ وارفع ہیں۔ اے کاش کہ مسلم ممالک اور مسلمان امت اس کا مظاہرہ کرے۔

صحابہ کی مالی ضرورتوں کا خیال رکھنا : انسان اور مال کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ مال انسان کی بنیادی ضرورت ہے، انسان کی بقا کا ذریعہ ہے اور اس کی زندگی کی زینت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

وَلَاتُؤْتُواالسُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا (۶۵)

اور تم بے وقوفوں کو ان کے مال حوالے نہ کرو جن کو اللہ نے تمہارے قیام کا ذریعہ بنایا

مال مسلمان کے دین کی ڈھال ہے اور اس کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ بعض وقت فقر و فاقہ مسلمان کے لئے دین کے زوال کا سبب بن جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا والفقر ان یکون کفراً (۶۶)

تنگ دستی وفاقہ انسان کو کفر میں پہنچا دیتا ہے۔

لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحابِ کرامؓ کی مالی ضرورتوں کا خیال رکھتے ہوئے ان کی مالی ضرورتوں کو پورا کرنے کا بندوبست کیا اور انہیں کام سے لگایا۔ اس قسم کی درجنوں روایتیں آتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت سے سائل، حاجت منداور مالی پریشانیوں میں مبتلا مسلمان آئے اور آپ ﷺ نے مختلف طریقوں اور ذریعوں سے ان کا بندوبست کیا۔ آپ فرماتے ہیں:

انما انا قاسم و خازن والله یعطی (۶۷)

میں تو صرف بانٹنے والا اور خازن (سنبھالنے والا) ہوں اور اللہ دیتا ہے۔

ہجرتِ مدینہ کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزاروں مہاجرین کی ضروریاتِ زندگی کا بندوبست جس طریقے سے مؤاخات کے ذریعے کیا، یہ تاریخِ اسلامی کا روشن باب ہے۔ مدینے جیسی چھوٹی سی بستی میں بے سروسامان ہزاروں مسلمانوں کا آجانا ایک گمبھیر مسئلہ تھا۔ خوراک، رہائش، روزگار، تعلیم و تربیت کے کئی پہلو تھے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤاخات کی جامع تجویز سے اسے نہایت بہترین انداز سے حل کردیا۔ ان مؤاخاتی بھائیوں کے درمیاں بے تکلفی واپنائیت رہی ہے، برادرانہ تعلقات قائم

رہے ہیں، رہائش کا معقول بندوبست ہوا ہے اور روزگار کا بندوبست بھی تھا۔

اپنے اصحابِ کرام کی مالی ضرورتیں نہایت عمدہ طریقے سے پوری کرنے کے سلسلے کے متعدد واقعات میں سے صرف چند ایک واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔

ایک دفعہ ایک شخص خدمتِ اقدس میں آیا اور دیکھا کہ دور تک آپ کی بکریوں کا ریوڑ پھیلا ہوا ہے۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بکریاں دینے کی درخواست کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کی سب دے دیں۔ اس شخص نے اپنے قبیلے میں جا کر کہا کہ لوگو اسلام قبول کرلو۔ محمد (ﷺ) ایسے فیاض ہیں کہ مفلس ہوجانے کی پرواہ نہیں کرتے''۔(۶۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فیاضی اور دوسروں کی ضرورت کا خیال کرنے کا یہ حال تھا کہ جو شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا، اگر آپ کے پاس کچھ سرمایہ موجود ہوتا تو اس کو کچھ نہ کچھ ضرور عطا کرتے ورنہ وعدہ فرماتے۔ اس معمول کی بنا پر لوگ اتنے دلیر ہوگئے تھے کہ ایک مرتبہ عین اقامتِ نماز کے وقت ایک بدو آیا، آپ کا دامن پکڑ کر کہا میری ایک معمولی سی حاجت باقی رہ گئی ہے، ڈر ہے کہ میں اسے بھول نہ جاؤں، سو اُس کو پورا کردیجئے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ تشریف لے گئے اور اس کی حاجت برآری کرکے آئے تو نماز پڑھی۔(۶۹)

ایک دفعہ آپ ﷺ صحابہؓ کے مجمع میں تشریف فرما تھے، ایک بدو آیا اور آپ کی چادر کا گوشہ پکڑ کر زور سے کھینچ کر بولا محمد (ﷺ) یہ مال نہ تیرا ہے اور نہ تیرے باپ کا ہے۔ ایک اونٹ کا بار (سامان) دے دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اونٹ کو جو اور کھجوروں سے لدوا دیا۔(۷۰)

بعض اوقات ایسا ہوتا کہ ایک شخص سے ایک چیز خریدتے، قیمت چکا دینے کے بعد پھر وہ چیز اس کو بطورِ عطیہ کے عنایت فرماتے، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ سے اونٹ خریدا اور پھر اسی وقت عبداللہ بن عمرؓ کو دے دیا۔ حضرت جابرؓ کے ساتھ بھی اسی قسم کا ایک واقعہ بخاری شریف میں مذکور ہے۔ حضرت جابرؓ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک غزوے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، میرے اونٹ کے تھکنے کی وجہ سے وہ پیچھے رہ گیا، اس دوران نبی ﷺ میرے پاس آئے اور فرمایا: کیا جابر ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! آپ ﷺ نے پوچھا کیا بات ہے؟ میں نے کہا کہ میرا اونٹ تھکنے کی وجہ سے آہستہ ہوگیا اور میں پیچھے رہ گیا ہوں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نوک دار چھڑی لے کر اپنی سواری سے اترے اور اونٹ کو اس کا کچوکا دیا پھر فرمایا: سوار ہو جاؤ، میں اس پر سوار ہوگیا تو وہ اتنا تیز چلنے لگا کہ مجھے اس کے رسول اللہ ﷺ

سے آگے نکلنے کے ڈر کی وجہ سے اس کی باگ کھینچنی پڑی۔

آپ صلی اللہ علیہ سلم نے اس موقع پر پوچھا کیا تو نے شادی کی ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا۔کنواری سے یا بیوہ سے؟ میں نے کہا کہ بیوہ سے کی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: کنواری لڑکی سے کیوں نہیں کی جس سے تم دونوں میں ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگی ہوتی؟ میں نے عرض کیا کہ میری بہنیں ہیں۔ لہذا میں نے چاہا کہ میں ایسی عورت سے شادی کروں جو ان کو اکٹھا رکھے، ان کے بال سنوارے اور ان کو کنگھی کرے اور ان کی دیکھ بھال کرے۔آپ ﷺ نے فرمایا، سنو اب تم پہنچنے والے ہو، جب پہنچ جاؤ تو ہوشیاری سے کام لو، پھر فرمایا: کیا اپنا اونٹ بیچو گے؟ میں نے کہا جی ہاں! چنانچہ آپ نے اسے ایک اوقیہ میں خرید لیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پہلے مدینہ تشریف لے گئے اور میں صبح کو پہنچا اور مسجد کی طرف گیا تو آپ ﷺ کو مسجد کے دروازے پر پایا، آپ نے پوچھا کہ اب آئے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا۔ اپنا اونٹ چھوڑ دو اور مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا کرو۔ سو میں نے مسجد میں جا کر نماز پڑھی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال ؓ کو ایک اوقیہ (چاندی) تول کر دینے کا حکم دیا۔ انہوں نے میری ادائیگی کے لئے ترازو میں جھکتا ہوا وزن کر کے مجھے دیا۔ میں پیٹھ پھیر کر چلا گیا تو آپ ﷺ نے کسی سے فرمایا کہ جابر کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ میں نے دل میں کہا کہ آپ مجھے اونٹ لوٹا دیں گے، جبکہ مجھے اس سے زیادہ کوئی چیز ناپسند نہیں تھی۔آپ ﷺ نے فرمایا اپنا اونٹ لے جاؤ اور اس کی قیمت بھی تمہاری ہے (۱۷)

اس واقعے سے اندازہ کیجئے کہ کس طرح نبی ﷺ نے اپنے ایک ساتھی کی دل جوئی کی اور اس کی مالی ضرورتیں پوری کیں۔آپ ﷺ نے جابر ؓ کی نئی شادی، بہنوں کی ذمہ داری اور پرورش اور سواری کی خستہ حالت دیکھ کر ان کی مالی ضرورتوں کا اندازہ لگایا اور ایسے طریقے سے اعانت کی کہ ان کی عزتِ نفس کو ٹھیس نہیں پہنچی اور نہ ہی انہیں مالی اعانت لینے کا احساس ہوا۔

اس قسم کے بہت سے واقعات سیرتِ طیبہ میں ملتے ہیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے اصحاب کی دل جوئی، ہمدردی اور مالی معاونت کا پتہ چلتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔قرآن مجید،سورۃ ابراہیم۱۴:۱

۲۔عثمانی، مولانا شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی،ص: ۳۳۸ مطبوعہ سعودی عربیہ

۳۔الذاریات/آیت ۲۴ تا ۲۸

۴۔ابن سعد/ الطبقات، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔ج۱،ص۳۰

☆ حلبی/ انسان العیون، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔ج۱،ص۱۹

۵۔معالم التنزیل

۶۔سورۃ القریش

۷۔ زرقانی/ شرح مواہب اللدنیہ۔ دار المعرفہ، بیروت۔۱۹۹۳ء۔ج۱،ص۲۷

۸۔ زرقانی/ص۱۷

۹۔ابن ہشام/ السیرۃ النبویہ۔ دار المعرفہ، بیروت۔ ۱۹۷۸ء۔ج۱،ص۱۶۷

۱۰۔زرقانی/ ج۱،ص۹۴

۱۱۔ زرقانی/ ج۱،ص۴۷ ☆حلبی/ ج۱،ص۶

۱۲۔زرقانی/ ج۱،ص۲۰۳ ☆حلبی/ ج۱،ص۲۲۹

۱۳۔ابوداود/ ج۴،ص۳۲۷۔رقم ۴۹۹۶

۱۴۔ابن حجر/ الاصابہ۔ترجمہ عبداللہ بن سائب

۱۵۔ حلبی/ ج۱،ص۲۲۹ ☆زرقانی/ ج۱،ص۲۰۳

۱۶۔سہیلی/ الروض الانف۔دار المعرفہ، بیروت۔ ۱۹۷۸ء۔ج۱،ص۱۵۵

☆ابن کثیر/ السیرۃ النبویہ، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔ج۱،ص۲۶۱

۱۷۔ایضاً

۱۸۔البخاری/ کتاب بدأ الوحی، باب اول، حدیث:۳

۱۹۔البقرہ:۱۲۹

۲۰۔ ملاحظہ کیجئے سورۂ بقرہ، آیت ۱۵۲ اور سورۂ آل عمران، آیت ۱۶۴

۲۱۔الجمعہ:۲

۲۲۔راغب اصفہانی/ المفردات، بہ ذیل مادہ

۲۳۔مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی/ تفہیم القرآن۔ ج۱،ص:۵۰

۲۴۔التوبہ:۱۲۸

۲۵۔یوسف:۱۰۴

۲۶۔الانبیاء:۱۰۷

۲۷۔ابن ہشام/ ج۲،ص۱۳۳

۲۸۔مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی/ سیرت سرورِ عالم۔ ج۸،ص۵۰۸

۲۹۔مولانا محمد ادریس کاندھلوی/ سیرت المصطفیٰ۔مکتبہ عثمانیہ لاہور۔

۳۰ بخاری/ باب دعاء النبی حدیث نمبر ۳۷۹۔

۳۱۔بخاری/ کتاب المناقب، باب مقدم النبی ﷺ واصحابہ

☆ ابن سید الناس/ عیون الاثر۔مکتبہ دار التراث، مدینہ منورہ،۱۹۹۲ء۔ج۱،ص۳۱۵

۳۲۔تفصیل کے لئے دیکھئے: ابن سعد/ الطبقات، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔ج۱،ص۱۲۳

☆ابن حجر العسقلانی/ فتح الباری۔قدیمی کتب خانہ

کراچی۔ ج ۶، ص ۳۸۷، وج ۱۱، ص ۳۴۵
☆ بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف عیش النبی و اصحابہ
۳۳۔ زرقانی/ ج ۱، ص ۳۶۶ ☆ عیون الاثر/ ج ۱، ص ۳۱۵
۳۴۔ الطبقات/ ج ۱، ص ۳۹۲
۳۵۔ قاضی ثناء اللہ عثمانی/ تفسیر مظہری۔ حیدر آباد دکن۔ ج ۲، ص ۸۸
۳۶۔ الدار قطنی/ السنن۔ دار نشر الکتب الاسلامیہ۔ ج ۴، ص ۱۹۵ ☆ حلبی/ ج ۲، ص ۲۷۲
۳۷۔ الطبقات/ ج ۴، ص ۵۹
۳۸۔ بخاری/ کتاب المغازی۔ باب غزوۃ الخندق حدیث ۴۰۹۷ تا ۴۱۱۶۔
۳۹۔ حوالہ سابق حدیث ۴۱۰۱۔۴۱۰۲
۴۰۔ بخاری/ ایضاً
۴۱۔ بخاری/ ایضاً
۴۲۔ ابن تیمیہ/ مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام۔ دار العالم الکتب الریاض۔ ج ۱۱، ص ۳۲۵
۴۳۔ احمد شہاب الدین الخفاجی/ نسیم الریاض۔ جلد ۳، ص ۲۸
۴۴۔ صحیح مسلم۔ کتاب الاشربہ، باب اکرام الضیف نمبر ۵۳۰۹
۴۵۔ الحشر: ۱۸
۴۶۔ مسلم کتب الزکاۃ/ باب الحث علی الصدقہ، حدیث نمبر ۲۳۵۱ وحدیث نمبر ۶۸۰۰
۴۷۔ ایضاً
۴۸۔ بخاری/ باب حسن الخلق والسخا
۴۹۔ شمائل ترمذی/ باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ
۵۰۔ شمائل ترمذی/ باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ
۵۱۔ زرقانی/ ج ۴، ص ۲۶۵
۵۲۔ سنن ابی داؤد/ کتاب الجنائز۔ نمبر ۳۱۰۱
۵۳۔ بخاری/ الادب المفرد
۵۴۔ ایضاً
۵۵۔ بخاری/ کتاب المرضیٰ
۵۶۔ ایضاً
۵۷۔ سلیمان منصور پوری/ رحمۃ للعالمین۔ ج ۱، ص ۱۹۷
۵۸۔ زرقانی
۵۹۔ صحیح مسلم/ کتاب الاشربۃ، باب اکرام الضیف۔ حدیث نمبر ۵۳۷۹
۶۰۔ شمائل ترمذی/ باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ
۶۱۔ ان تمام واقعات کے لئے دیکھئے: شبلی نعمانی/ سیرت النبی۔ دار الاشاعت، کراچی۔ ج ۱، ص ۱۹۵
۶۲۔ محمد بن یوسف الصالحی الشامی/ سبل الہدیٰ والرشاد۔ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۳ء۔ ج ۶، ص ۲۷
۶۳۔ زرقانی/ ج ۱، ص ۴۴۵
۶۴۔ ایضاً/ ص ۴۱۱
۶۵۔ النساء: ۵
۶۶۔ علی متقی الہندی/ کنز العمال رقم ۱۶۶۸۲۔ التراث الاسلامی
۶۷۔ مسلم، زکوۃ/ رقم الحدیث ۹۸۔۱۰۰
۶۸۔ مسلم/ رقم ۲۳۱۲
۶۹۔ بخاری/ ج ۱، ص ۴۸۴
۷۰۔ نسائی/ کتاب القسامہ، باب القود فی الجبذہ
۷۱۔ بخاری/ کتاب البیوع، باب شراء الدواب والحمیر